کشافِ اصطلاحاتِ قانون (اسلامی)

جلد دوم

ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی

رہ قومی زبان ○ اسلام آباد

کشافِ اصطلاحاتِ قانون (اسلامی)

جلد دوم

ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی

مقتدرہ قومی زبان ○ اِسلام آباد

۱۹۹۱ء

سلسلۂ مطبوعات : ۲۵۱

○

طبع اول	:	جون ۱۹۹۱ء
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	مجلد : ۵۰ روپے پیپر بیک : ۴۰ روپے
فنی تدوین	:	ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی
طابع	:	ایس - ایم - اظہر رضوی
مطبع	:	اظہر سنز پرنٹرز ، ۱۰۸ - لٹن روڈ ، لاہور
ناشر	:	ڈاکٹر جمیل جالبی (صدر نشین) مقتدرہ قومی زبان ، ۱۶ ڈی (غربی) بلیو ایریا ، ایف - ۶/۱ ، اسلام آباد

○

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

جیسا کہ ہم جانتے ہیں روایتی اسلامی قانون کا ارتقاء جن اصولوں پر ہوا وہ باقاعدہ ایک علم کی صورت اختیار کر گئے اور اصولِ فقہ کے نام سے موسوم ہوئے - ہر مدون علم کی طرح اس علم کی بھی اپنی اصطلاحات ہیں - اسلامی قانون کو سمجھنے اور اس میں مجتہدانہ بصیرت حاصل کرنے کے لیے ان اصطلاحات کا جاننا از بس ضروری ہے - اسلامی قانون کے لیے ان اصطلاحات کی حیثیت کلید کی ہے - مسلمان تہذیب کے زوال کے ساتھ اس علم پر ایک طویل زمانہ ایسا گزرا کہ مسلم معاشروں میں اجتماعی سطح پر یہ علم کم و بیش متروک ہوکر رہ گیا اور اس کے ساتھ وہ اصطلاحات بھی مفقود ہوتی گئیں جو اس علم کے لیے اساس کا درجہ رکھتی تھیں -

اس علم کا ارتقاء چونکہ عربی زبان میں ہوا اس لیے عربی سے نا آشنا کسی شخص کے لیے ، چاہے وہ دنیا کی کوئی بھی زبان جانتا ہو ، اس علم تک براہ راست رسائی ممکن نہیں - پاکستان میں رائج موجودہ قوانین کی مثال ہمارے سامنے ہے ، جو انگریزی میں مدون ہوئے اور انگریزی سے نا واقف کسی شخص کے لیے ان کی حالت ایک بند کتاب کی ہے - مقتدرہ قومی زبان نے جہاں ایک طرف موجودہ قوانین کو انگریزی سے اردو میں منتقل کرنے کا کام شروع کیا اور جس کے تحت

متعدد کتابیں شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں ، وہاں ساتھ ساتھ اسلامی قانون (فقہ اور اصول فقہ وغیرہ) کا وہ ذخیرہ بھی اردو میں منتقل کرنے کا منصوبہ بنایا جو عربی میں ہونے کی وجہ سے عوام تو کیا خواص کی دسترس سے بھی باہر ہے ۔ کشاف اصطلاحات قانون (اسلامی) جو دو حصوں پر مشتمل ہے ، اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ۔

کشاف اصطلاحات قانون (اسلامی) جلد اول کے بعد جلد دوم پیش کی جا رہی ہے جو اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک اہم کتاب ہے ۔ مقتدرہ کی فرمائش پر یہ منصوبہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی نے مکمل کیا ہے ، جو عربی زبان اور اسلامی علوم میں کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ عصرحاضر کے قانونی مناہج سے بھی بخوبی آگاہ ہیں ۔ امید ہے کہ ان کی یہ کاوش قانون سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے بالعموم اور اسلامی قانون سے دلچسپی رکھنے والے اشخاص کے لیے بالخصوص مفید اور کار آمد ثابت ہوگی اور دوسرے اہل علم ، اساتذہ اور طلبہ بھی اس سے استفادہ کرسکیں گے ۔

اس کشاف کو مرتب کرنے میں جو طریق کار اختیار کیا گیا ہے وہ کوئی نیا نہیں ۔ اس کا نمونہ وہی ہے جو اردو یا عربی لغات ، قوامیس اور معاجم میں اختیار کیا جاتا ہے ۔ اس کتاب میں اصول فقہ کی اصطلاحات کو حروف تہجی کی ترتیب سے درج کیا گیا ہے اور ان کا مفہوم اردو میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ بات سمجھ میں آ جائے ۔ تاہم چونکہ صدیوں سے یہ قانون اور اس کی اصطلاحات عام استعمال میں نہیں ہیں اس لیے غیر مانوس اور اجنبی معلوم ہوتی ہیں ۔ جہاں کہیں ضرورت داعی ہوئی شرح وبسط سے کام لے کر مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ مثالوں کے ذریعے مدعا کو واضح کرنے کا طریقہ بھی جا بجا اختیار کیا گیا ہے ، جو اصطلاحات کی اجنبیت اور مسائل کی پیچیدگی کے پیش نظر ناگزیر تھا ۔ ان اصطلاحات کا انگریزی ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے تاکہ انگریزی داں طبقے کو سمجھنے میں آسانی ہو ۔ کتاب کے آخر میں ان اصطلاحات کی نسبت سے پہلے اردو اور پھر انگریزی کا اشاریہ بھی شامل کر دیا گیا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ قانون سے تعلق رکھنے والے حلقوں میں اس کتاب کا خیر مقدم کیا جائے گا ۔

ـــــڈاکٹر جمیل جالبی

مقدمہ

فقہ اور اصول فقہ کے نشو و ارتقاء کی تاریخ اسلامی علوم کی تاریخ کا ایک نمایاں باب ہے ۔ مسلمانوں نے اصول فقہ کو تفصیل کے ساتھ مرتب اور جزرسی کے ساتھ مدون کر کے ایک ایسا علم بنا دیا کہ تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ۔

فقہ کے معنی ایسی فہم و بصیرت کے ہیں جس کی مدد سے انسان اقوال و افعال کے مقاصد معلوم کرسکے ۔ اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے ، "تفصیلی دلائل کی روشنی میں شریعت کے عملی احکام کا جاننا" ۔ مشہور اصولی اور فقیہ کمال الدین ابن الہمام نے اصول فقہ کی یہ تعریف کی ہے کہ ان قواعد کا علم جن کے ذریعے فقہی احکام کا استنباط کیا جاسکے ۔

اصول فقہ ، علم فقہ کے ساتھ ہی وجود میں آیا اور فقہ کے پہلو بہ پہلو نشو و نما پاتا رہا ۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رض ، حضرت علی بن ابی طالب رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض جیسے اولین فقہائے صحابہ فقہی احکام بیان کرتے وقت اصول و قواعد کو مد نظر رکھتے تھے ۔ حضرت عمر بن الخطاب رض نے جب شراب پینے کی سزا کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو حضرت علی رض نے فرمایا کہ شراب پی کر آدمی ہذیان بکتا ہے اور اس ہذیان میں عین ممکن ہے کہ وہ جرم قذف کا مرتکب ہو جائے جس کی سزا قرآن کریم میں اسی (۸۰) کوڑے بیان ہوئی ہے اس لیے شراب پینے کی سزا بھی اسی (۸۰) کوڑے مقرر کر دی جائے ۔ اسی طرح جب مجاہدین کے درمیان عراق کی مفتوحہ زمینوں کے تقسیم کرنے کا معاملہ پیش آیا تو حضرت عمر رض نے سورۃ الحشر کی فئے سے متعلق آیات سے استشہاد کیا اور انتہائی اہم اصول استدلال وضع فرمائے ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے اس حاملہ عورت کی عدت کے

بارے میں دریافت کیا گیا جس کا شوہر وفات پا جائے کہ کیا اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، یا وضع حمل۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ سورۂ طلاق، جس میں وضعِ حمل سے عدت کے پورے ہونے کا بیان ہے، سورۂ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے جس میں چار ماہ اور دس دن کی مدت مذکور ہے، اس لیے اس حاملہ عورت کی، جس کا شوہر وفات پا جائے، عدت وضع حمل ہوگی۔ اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک اہم اصول یہ بیان کیا کہ بعد میں آنے والے حکم سے پہلے حکم کی تخصیص ہو جاتی ہے۔

امام شافعیؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی گراں قدر تصنیف "الرسالہ" میں پہلی مرتبہ مدون صورت میں حدیث اور فقہ کے اصول بیان کیے۔ اس کے بعد بہت سے فقہاء نے اصول فقہ پر ضخیم کتابیں لکھیں۔ جن میں سے چند کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

۱ - فخر الاسلام البزدوی کی "اصول البزدوی"۔

۲ - امام غزالی کی "المستصفیٰ"۔

۳ - الآمدی کی "الاحکام فی اصول الاحکام"۔

۴ - الشاطبی کی "الموافقات"۔

۵ - فخر الدین الرازی کی "المحصول"۔

۶ - کمال الدین ابن الہمام کی "التحریر"۔

ان کے علاوہ بھی اصول فقہ کے موضوع پر بے شمار تصانیف ہیں جن میں اس فن کی اصطلاحات جا بجا استعمال ہوئی ہیں بلکہ خود فقہ کی کتب میں متعدد مواقع پر اصول فقہ کی اصطلاحات مذکور ہوئی ہیں۔ لیکن ان اصطلاحات کی توضیح و تشریح پر مشتمل کوئی مستقل کتاب عربی زبان میں بھی میسر نہیں ہے۔ جرجانی کی "التعریفات" میں اصول فقہ کی بعض اصطلاحات مذکور ہوئی ہیں جن میں بہت اختصار سے کام لیا گیا ہے، اور محمد اعلیٰ تھانوی کی "کشاف اصطلاحات الفنون" میں بھی جا بجا ایسی بعض اصطلاحات کی توضیح کی گئی ہے۔

وکلاء اور قانون داں حضرات کے لیے اردو میں اصول فقہ کی اصطلاحات پر مشتمل لغت کی ضرورت عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی - زیر نظر کتاب اسی ضرورت کی تکمیل ہے - یہ کتاب اصول فقہ کی متعدد کتابوں کی ورق گردانی کے بعد مرتب کی گئی ہے - اس کا اسلوب عام فہم اور سادہ رکھا گیا ہے - امید ہے کہ اہل علم اس سے مستفید ہوں گے -

میں مقتدرہ قومی زبان کے ذمہ داران کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ انھوں نے مجھے زیر نظر "کشاف اصطلاحات" کی تالیف کا کام تفویض کیا - صدر نشین مقتدرہ قومی زبان جناب ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کا خصوصی شکریہ واجب ہے جن کی علم پروری میرے لیے مشعل راہ ثابت ہوئی - میں جناب محترم ڈاکٹر عطش درانی اور محترم ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری خیال کرتا ہوں جن کی ہمت افزائی اس کام کے پایہ تکمیل تک پہنچانے میں معاون ثابت ہوئی -

ساجد الرحمٰن صدیقی

(الف)

اباحت : (Permissibility)

کسی شے یا کسی امر کو حلال قرار دینا ، مباح وہ شے ہے جو ممنوع نہ ہو ۔

اصول فقہ کے ماہرین نے اباحت کی تعریف یہ کی ہے کہ فاعل کو جائز حدود کے اندر رہتے ہوئے کسی فعل کے کرنے کا اختیار ہونا ۔ اباحت ، حظر (ممانعت) کے بالمقابل ہے اور فرض ، واجب اور مستحب سب اباحت میں داخل ہیں ۔ (التعریفات) حق اباحت صرف شارع کو حاصل ہے ۔ یعنی اللہ اور رسول جس امر کو چاہیں مباح قرار دے دیں اور جس کو چاہیں مباح نہ قرار دیں ۔ شارع نے انسانوں کو بھی یہ حق عطا کیا ہے کہ وہ اپنی جائز ملکیت کسی دوسرے کے لیے مباح قرار دے دیں ۔

اباحت استہلاک : (Permissibility of consuming a thing)

کسی کو کسی شے کے صرف کرنے کی اجازت دینا ۔ جیسے کسی کو کھانے کے لیے کھانا دے دینا ۔

اباحت اصلیہ : (Original permissibility)

جس شے کے بارے میں شریعت میں کوئی ممانعت وارد نہ ہوئی ہو اور وہ اپنی اصل پر برقرار ہو ۔ کیونکہ اصول ہے کہ جس شے کی ممانعت کے بارے میں شرعی حکم موجود نہ ہو ، وہ مباح ہے ۔ یعنی ہر شے اس وقت تک مباح ہے جب تک اس کی حرمت یا ممانعت کے بارے میں کوئی شرعی حکم صادر نہ ہو ۔

اباحت انتفاع : (Authorization of using a thing)

کسی شخص کو اپنی ملکیت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دینا ۔ جیسے گاڑی سواری کے لیے دے دینا ۔

اباحت تملک : (Permission for ownership)

ایسا مباح مال جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے انتفاع کے لیے پیدا فرمایا اور وہ کسی کی تحویل میں نہ ہو ۔ ہر شخص اس کو اپنی تحویل میں لے کر اس کا مالک بن سکتا ہے ۔

اباحت شرعیہ : (Legal permissibility)

کسی شے کے مباح ہونے کے بارے میں نص (قرآن و سنت) کا موجود ہونا ۔

اتباع : (following)

پیروی کرنا ۔ دلیل سے ثابت شدہ قول کی جانب رجوع کرنا ۔ حکم کا جس طرح مقتضا ہو اس طرح اسے انجام دینا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی لائی ہوئی شریعت کی اتباع فرض ہے ۔

اتحادِ حکم : (Concordance of injunctions)

دو مقام پر وارد ہونے والے حکم کا ایک ہونا ۔ اتحاد حکم کی اصطلاح ماہرین اصول فقہ دو مقامات پر استعمال کرتے ہیں ، ایک تو یہ کہ ایک لفظ ایک جگہ مطلق وارد ہو اور دوسری جگہ مقید آیا ہو اور دوسرے یہ کہ حکم ایک ہو اور علتیں متعدد ہوں ۔ جمہور فقہاء کے نزدیک ایک حکم کی کئی علتیں ہو سکتی ہیں ۔

(الموسوعہ)

اتحادِ سبب : (Concordance of causes)

اتحاد کے معنی ہیں ایک ہونا اور سبب وہ نمایاں منضبط وصف ہے جس کی جانب شریعت نے حکم کی اضافت کی ہو ۔ اس کے وجود سے حکم کا وجود اور اس کے عدم سے حکم کا عدم لازم آتا ہو ۔ بعض

علمائے اصول علت اور سبب کو مترادف قرار دیتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ دونوں جدا جدا ہیں - غرض اتحادِ سبب کا مفہوم متعدد احکام کے اسباب کا باہم مشابہ ، مماثل یا ایک ہونا ہے -
(الموسوعہ)

اجتہاد : (Exposition of law)

اجتہاد کی تعریف یہ ہے کہ فقیہ شرعی احکام کو معلوم کرنے کے لیے انتہائی کوشش کرے - آمدی نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ کوئی شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے ایسی انتہائی کوشش کی جائے ، کہ اس سے زیادہ کوشش کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہو -

اجتہاد ہر اس حکم شرعی میں ہو سکتا ہے ، جس کی کوئی قطعی دلیل نہ ہو ، لہٰذا ان متفقہ مسائل میں اجتہاد نہیں ہوسکتا جو قطعی دلائل سے ثابت ہو چکی ہوں - جیسے پنجگانہ نماز ، زکٰوۃ ، وغیرہ -

مجتہد میں مندرجہ ذیل دو اوصاف کا ہونا ضروری ہے - وہ نیک اور قابل اعتبار انسان ہو ، یہ شرط اس کے فتویٰ کو قابل اعتبار بنانے کے لیے رکھی گئی ہے ، ورنہ بذات خود مسائل میں اجتہاد کرنے کے لیے یہ شرط ضروری نہیں ہے -

وہ تمام شرعی علوم سے واقف ہو اور شریعت کے بنیادی مآخذ سے احکام کا استنباط کر سکے -

شرعی احکام کے بنیادی اصول کتاب و سنت ، اجماع اور قیاس ہیں، لہٰذا ایک مجتہد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ قرآن کے ان احکام سے بخوبی واقف ہو جو فتویٰ دینے کے ثبوت میں پیش کیے جاتے ہوں - کیونکہ صحیح طور پر مجتہد بننے کے لیے تمام قرآن کا جاننا ضروری نہیں ہے بلکہ متعلقہ احکام کا علم کافی ہے ، اس طرح یہ شرط نہیں ہے کہ وہ قرآن کریم کا حافظ بھی ہو ، بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ احکام کے مقامات سے واقف ہو تا کہ ضرورت کے وقت اپنی مطلوبہ آیت کو نکال سکے -

اسی طرح اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ احادیث احکام سے بھی واقف ہو مگر احادیث کا حافظ ہونا اس کے لیے شرط نہیں ہے - بلکہ یہ کافی ہے کہ کتب احکام کی تمام احادیث سے صحیح طریقے سے واقف ہو اور ہر بات کا موقع محل جانتا ہو ، تاکہ فتویٰ دینے کے وقت وہ اس کی طرف رجوع کر سکے -

اجماعی مسائل سے بھی واقف ہونا ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے - تاہم یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اجماع اور اختلاف کے تمام مسائل سے واقف ہو بلکہ صرف اتنا علم کافی ہے کہ اس کا فتویٰ اجماع کے برخلاف نہ ہو - ارشاد الفحول کے مصنف فرماتے ہیں ،— مجتہد کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ اجماع کے مسائل سے واقف ہو تاکہ وہ اجماع کے برخلاف فتویٰ نہ دے سکے - بشرطیکہ وہ اجماع کی حجیت کا قائل ہو اور اسے دلیل شرعی تسلیم کرتا ہو - ایسا شاذ و نادر ہی اتفاق ہوا ہے کہ وہ شخص جو درجہ اجتہاد تک پہونچا ہوا ہو اس پر اجماعی مسائل مشتبہ ہو جائیں -

مجتہد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ قیاس کے ذریعے نصوص شرعیہ سے احکام کے علل و اسباب کا استنباط کر سکے ، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اصول اور عام قواعد سے واقف ہو جن پر اسلامی شریعت کی بنیاد قائم ہے ، تاکہ وہ اس کی روشنی میں جزئی واقعات کے اسباب و علل کو معلوم کر سکے - نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عربی زبان اور علوم ادب سے اس قدر واقف ہو کہ عربوں کے محاورہ اور روز مرہ کے استعمال کو بخوبی سمجھ سکے - اس طرح کتاب وہ سنت کے ناسخ و منسوخ سے واقفیت بھی ضروری ہے - للہذا جب مجتہد کسی مسئلہ میں کسی آیت یا حدیث کی رو سے فتویٰ دینے کا ارادہ کرے تو اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ صحیح اور مستند ہو -

مجتہد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صحیح و ضعیف ، مقبول و مردود احادیث کے طریقہ روایت کا عالم بھی ہو ، اس سلسلے میں اسے ان اصولوں پر اعتماد کرنا کافی ہے ، جو محدثین نے

مقرر کیے ہیں ۔ امام شاطبی نے مجتہد کے مناسب اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے ، درجہ اجتہاد اس شخص کو حاصل ہوسکتا ہے جس کے اندر یہ دو اوصاف موجود ہوں ۔

۱ - وہ شریعت کے مقاصد کو پوری طرح سمجھتا ہو ۔

۲ - اپنے فہم کامل کے مطابق وہ استنباط احکام کرسکتا ہو ۔

دیکھیے : مجتہد

اجماع : (Consensus)

اجماع کے معنی اتفاق کے ہیں ۔

امام غزالیؒ نے اجماع کی یہ تعریف کی ہے کہ کسی دینی امر پر امت کا متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے ۔ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ امت محمدیہ کے کسی دور کے علماء کا دینی امور میں سے کسی امر پر اتفاق اجماع ہے ۔ بیضاوی فرماتے ہیں کہ کسی زمانے کے مجتہدین امت کا کسی امر پر اتفاق اجماع ہے ۔ یہی تعریف شوکانی نے بھی کی ہے ۔ آمدی کہتے ہیں کہ کسی واقعہ کے بارے میں کسی دور کے اہل حل و عقد کا اتفاق اجماع ہے ۔

غرض اجماع کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی دور میں امت اسلامیہ کے تمام مجتہدین یا اہل حل و عقد یا علماء کسی حکم شرعی پر متفق ہو جائیں ۔

اگر امت اسلامیہ کے تمام مجتہدین کسی واقعے کے حکم کے بارے میں بیک وقت یا متفرق اوقات میں متفق ہو جائیں ، تو اس اجماع کی پیروی لازم ہے اور یہ اجماع متعلقہ حکم پر قطعی اور یقینی دلیل متصور ہوگا ۔ لیکن اگر تمام مجتہدین متفق نہ ہوں بلکہ اکثریت متفق ہو تو اس اکثریتی اجماع کو ظنی دلیل قرار دیا جائے گا ، جس کی عام افراد پر اتباع لازم ہوگی ۔ مگر خود مجتہدین اس کے برخلاف رائے رکھ سکتے ہیں ۔ جب تک کہ خود ولی امر (حاکم وقت) اس اجماع کو لازم نہ قرار دے دے ۔ اس صورت میں یہ اجماع سب کے لیے لازم ہو جائے گا ۔

اجماع کی اولین اساس قرآن اور سنت ہیں اور ان دونوں کے بعد اجتہاد ہے ۔ اجتہاد کی بنیاد مجرد تحکم پر قائم نہیں بلکہ شریعت کی روح اور اصول عامہ پر استوار ہے ، جب کہ قرآن و سنت کی نص صریح موجود نہ ہو اور مجتہدین کا ایک حکم متعین پر اتفاق کر لینا اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ یہ حکم شریعت کے عمومی اصول و مبادی اور روح شریعت کے موافق ہے ، کیونکہ مختلف علاقوں ، جدا جدا ماحول اور علیٰحدہ علیٰحدہ مسلک کے حامل مجتہدین کا کسی ایک رائے پر اتفاق کر لینا اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا اجتماع حق پر ہوا ہے ۔

اجماع سکوتی : (Ijma' Sukuti)

اجماع سکوتی یہ ہے کہ ایک مجلس میں مجتہدین جمع ہوں اور ایک مجتہد کی طرف سے کسی مسئلے کے متعلق اظہار رائے پر باقی سکوت اختیار کریں ، یا مجتہدین ایک مجلس میں جمع نہ ہوں لیکن کسی مسئلہ میں ایک فقیہ کی رائے جب ان تک پہنچے ، تو وہ سکوت اختیار کریں ۔

(المدخل : ۱۰۳)

اجماع صحابہ : (Consensus accomplished by the companions of the Holy Prophet)

صحابۂ کرام کا اجماع متفقہ طور پر دلیل شرعی ہے ، البتہ قاضی عبدالوہاب نے ایک بدعتی فرقہ کے بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ لوگ اجماع صحابہ کو تسلیم نہیں کرتے ۔ فرقہ ظاہریہ کے امام داؤد الظاہری تو اجماع کو صرف اجماع صحابہ تک محدود رکھتے ہیں اور امام احمد بن حنبل کے بارے میں یہی مشہور ہے ۔ کیونکہ امام موصوف کے خیال میں صحابہ کے زمانے کے بعد اجماع کا منعقد ہونا دشوار ہوگیا تھا ۔

اجماع صریح : (Obvious consensus)

اجماع صریح یہ ہے کہ کوئی مسئلہ مجتہدین کے سامنے ایک ہی مجلس میں پیش کیا جائے اور وہ سب اس پر اپنی متفقہ رائے کا

اظہار کریں ، یا مختلف مقامات پر مجتہدین کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوا ہو اور وہ اس پر اتفاق رائے کا اظہار کریں ۔ اس کو اجماع قولی کہتے ہیں ۔ اجماع صریح کی صورت یہ ہے کہ بعض مجتہدین کی رائے پر باقی تمام مجتہدین نے عمل کیا ہو ، اسے اجماع عملی بھی کہتے ہیں ۔

(المدخل : ۳۰۱)

اجماع عملی : (Practical consensus)

بعض مجتہدین کے کسی مسئلہ میں اظہار رائے کے بعد باقی تمام مجتہدین کا اس کے مطابق عمل کرنا اجماع عملی کہلاتا ہے ۔

دیکھیے : اجماع صریح

اجمال : (Summarization)

غیر حنفی علمائے اصول کے نزدیک اجمال کا مطلب یہ ہے کہ کلام کی دلالت واضح نہ ہو ۔ حنفی فقہاء کے نزدیک اجمال کی تعریف یہ ہے کہ ایسا کلام جس کے بیان (وضاحت) کے بغیر مراد معلوم نہ ہو سکے ۔

دیکھیے : مجمل ۔

اخالہ : (Ikhalah)

فقہائے اصولیین کے یہاں لفظ اخالہ قیاس اور مصلحت مرسلہ کے بیان میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ وصف کا اس طرح ہونا کہ اس کے اور حکم کے درمیان محض مناسبت ظاہر کرنے سے علت متعین ہو جاتی ہو ۔

(کشاف اصطلات الفنون : ۱۳۶۹/۶)

دیکھیے : تعلیل ۔

اخبار : (Information)

خبر دینا ، علمائے اصول اخبار کے احکام بالعموم بحث السنۃ میں بیان کرتے ہیں ۔

ارکان قیاس : (Essential elements of analogy)

قیاس کے چار ارکان ہیں - اصل (یا مقیس علیہ) فرع ، (مقیس) علت اور حکم -

استنباط : (Istinbat)

حکم یا علت سے متعلق نص یا اجماع کی عدم موجودگی میں بذریعہ اجتہاد حکم یا علت اخذ کرنا -

استثناء : (Exception)

کلام میں شامل افراد میں سے کسی کو خارج کرنا -

استحسان : (Equity)

کسی مسئلہ میں قیاس کے برخلاف سنت موجود ہو - مثلاً حالت نماز میں قہقہ مار کر ہنسنے سے وضو کا ٹوٹ جانا ، قیاس اس امر کا متقاضی ہے کہ وضو نہ ٹوٹے لیکن چونکہ حدیث موجود ہے اس لیے وضو ٹوٹ جائے گا -

ابوالحسن کرخی نے استحسان کی یہ تعریف کی ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ میں کسی قوی دلیل کی بناء پر اس مسئلہ کے نظائر کے حکم سے گریز کرے - اس سے معلوم ہوا کہ استحسان کسی ایسے جزئی مسئلہ میں ہوتا ہے جس میں قیاس کے کلی قاعدے کے اطلاق سے شریعت کی روح اور اس کے مقاصد سے بُعد پیدا ہوتا ہے - اس صورت میں قیاس کو چھوڑ کر استحسان کے ذریعہ اس مسئلہ کا ایسا حکم اخذ کیا جائے جس میں مقاصد شریعت کی زیادہ تکمیل ہوتی ہو- مالکی اور حنفی فقہاء کے یہاں استحسان سے استدلال بکثرت پایا جاتا ہے - مالکی فقہ میں استحسان کا مفہوم یہ ہے کہ قیاس کے جزئی مصلحت سے معارض ہونے کی صورت میں جزئی مصلحت کو بروئے کار لانا - مثلاً یہ کہ قیاس اس امر کا متقاضی ہے کہ اگر عادل گواہ میسر نہ ہوں تو قاضی ان گواہوں کی گواہی پر فیصلہ دے سکتا ہے جن کی گواہی زیر فیصلہ معاملہ میں

فی الجملہ قابل اعتماد محسوس ہو - کیونکہ اس طرح کی صورت میں بھی گواہوں کے عادل ہونے کی شرط لوگوں کے حقوق کے ضیاع کا سبب بن جائے گی - بلکہ اس مقصود کے حصول کا ذریعہ کہ حقوق پامال نہ ہوں اور ہر صاحب حق کو اس کا حق مل جائے - لیکن اگر عادل گواہ میسر نہ آئیں تو اس شرط پر اصرار حقوق کے ضیاع کا باعث بن جائے گا- اسی طرح اگر کسی ادارے میں صرف خواتین رہتی ہوں اور وہاں حدود کے جرائم میں سے کوئی جرم واقع ہو جائے تو گواہوں کے مرد ہونے کی شرط پر اصرار جرائم پیشہ افراد کو ارتکاب جرم پر جری بنا دینے اور خواتین کے جان و مال کے ضیاع کا ذریعہ بن جائے گا جو ظاہر ہے کہ شریعت کا مقصود نہیں ہے -

استحسان اجماع : (Juristic equity based on consensus)

قیاس ترک کرکے اجماع کو اختیار کر لینا ، مثلاً قیاس اس امر کا متقاضی ہے کہ بیع استصناع (کاریگر سے کوئی شے بنوانے کا معاملہ کرنا) جائز نہ ہو ، کیونکہ جو چیز بنوانی مقصود ہے وہ معاملہ کرنے کے وقت موجود نہیں ہے لیکن چونکہ اس معاملہ کی صحت پر اجماع ہے - اس لیے قیاس کو ترک کرکے اجماع کو اختیار کر لیا گیا -

استحسان ضرورت : (Juristic equity based on necessity)

کسی مسئلہ میں کوئی ایسی ضرورت ہو جو ترک قیاس کی متقاضی ہو مثلاً کنویں کے پاک کرنے کا طریقہ، کیونکہ قیاس کے تحت کنوئیں کو پاک کرنا ممکن نہیں ہے - اس ضرورت کے پیش نظر اس کے پاک کرنے کا حکمی طریقہ مقرر کیا گیا -

استحسان عرف :(Juristic equity based on custom)

نص کی غیر موجودگی میں قیاس کو ترک کرکے عرف پر عمل کرنا -

استحسان قیاس : (Juristic equity based on analogy)

استحسان قیاس یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں دو وصف ہوں ، جو دو متباین قیاس کے متقاضی ہوں ، ایک ان میں سے ظاہر اور متبادل ہو ، جسے قیاس اصطلاحی کہا جاتا ہے اور دوسرا خفی ہو ، جو ایک دوسری اصل سے الحاق کا متقاضی ہو ، اسے استحسان کہا جاتا ہے - چنانچہ علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ فی الحقیقت استحسان یہ ہے کہ اگر دو قیاس ہوں ، ایک جلی ضعیف الاثر ہو اور دوسرا خفی قوی الاثر ہو تو اس دوسرے کو استحسان کہا جاتا ہے -

(المبسوط : ج ۱۰/۱۴۵)

استدراک : (Rectification)

کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنا -

استدلال : (Istidlal)

دلیل حاصل کرنا - دلیل قائم کرنا -

استدلال کا اطلاق دو امور پر ہوتا ہے -

۱ - مطلقاً دلیل قائم کرنا خواہ یہ دلیل قرآن و سنت کی نص ہو یا اجماع ہو -

۲ - ایسی دلیل قائم کرنا جس کا تعلق نص (قرآن و سنت) اجماع یا قیاس سے نہ ہو - اس دوسرے اطلاق کے تحت استدلال میں یہ دلائل داخل ہیں -

۱ - قیاس -

۲ - قیاس استثنائی -

۳ - قیاس عکس -

۴ - استقراء -

۵ - استصحاب -

۶ - شرائع ماقبلنا -

۷ - استحسان -

۸ - مصالح مرسلہ -

۹ - تنقیح مناط -

۱۰ - فقہاء کا یہ قول کہ تقاضائے دلیل یہ ہے کہ فلاں امر اس طرح ہونا چاہیے -

۱۱ - یا فقہائے کرام کا یہ فرمانا کہ چونکہ حکم کا سبب موجود ہے اس لیے اس کا حکم بھی موجود ہونا چاہیے ، یا چونکہ فلاں امر میں مانع موجود ہے یا اس کی شرط مفقود ہے اس لیے اس کا حکم بھی باقی نہیں رہنا چاہیے -

(الموسوعہ)

استصحاب : (Presumption)

استصحاب کی بعض فقہاء نے یہ تعریف کی ہے کہ اگر کوئی تسلیم شدہ معاملہ فنا نہ ہو جائے تو اس کے برقرار رہنے کا فیصلہ کیا جائے - دوسری تعریف یہ ہے-تسلیم شدہ شے کو ہمیشہ مسلم الثبوت رکھا جائے یا جو موجود نہ ہو اس کی نفی کی جائے - علامہ شوکانی نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی معاملہ گذشتہ زمانے میں ثابت ہو جائے تو اصولی طور پر وہ زمانہ مستقبل میں بھی اسی طرح برقرار رہے گا - یہ لفظ مصاحبت سے ماخوذ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ جوں کا توں رہے جب تک کہ دوسری چیز آکر اسے تبدیل نہ کر دے ، اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ استصحاب الحال ، حالت اثبات یا حالت نفی میں بھی ہوتا ہے اور موجود یا معلوم میں بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی معاملہ زمانہ ماضی میں ہو تو وہ زمانہ حال میں بھی برقرار رہتا ہے -

لیکن بعض حنفی علماء نے جن میں کتاب ہدایہ کے شارح مصنف العنایہ بھی شامل ہیں ، استصحاب کی یہ تعریف کی ہے کہ اگر کوئی

معاملہ کسی وقت بھی ثابت ہو جائے تو اسے دوسرے وقت میں بھی تسلیم کیا جائے گا ، اسی تعریف کی بناء پر استصحاب الحال کا مفہوم زمانہ ماضی کے ثبوت تک محدود نہیں ہے ، اسے زمانہ حال میں برقرار رکھا جائے گا ۔

(فقہ الاسلام : ۲۶۵-۲۶۶)

استصحاب شرعی : (Legal presumption)

شرعی استصحاب کا تعلق ان مسائل سے ہے ، جنھیں عقل اور شریعت نے ہمیشہ کے لیے ثابت کر دیا ہو ۔ جیسا کہ نکاح ثابت ہونے کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے حلال ہو جاتی ہے ، اسی طرح جب کسی چیز کا کوئی ذمہ دار ہو جائے تو اس کے تلف ہونے کی ذمہ داری بھی اس پر ہوتی ہے ، یا ملکیت کے حق ثابت ہونے کے بعد وہ ملکیت ہمیشہ باقی رہتی ہے ، یا جیسے طہارت یا حدث (بے وضو ہونا) کا حکم برقرار رہتا ہے ۔
یہ قسم حجت اور قابل عمل ہے ، جب تک کہ اس کے مخالف کوئی چیز ثابت نہ ہو یا اس کے متضاد کوئی موجود نہ ہو ۔

استصحاب دلیل : (Presumption based on argument)

استصحاب دلیل ، اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ کوئی اور مخالف ثبوت آ کر اس کی تخصیص کر دے ، یا اسے منسوخ کر دے ۔ یہ بھی متفقہ طور پر قابل عمل ہے ، بلکہ محققین اس قسم کو استصحاب کے نام سے موسوم نہیں کرتے ۔ کیونکہ اس صورت میں حکم لفظی حیثیت سے ثابت ہوتا ہے اور استصحاب کے نقطہ نظر سے نہیں ثابت ہوتا ۔

استصحاب عدم اصلی : (Istishab adm Asli)

جیسے ان باتوں سے بری الذمہ ہونا جن کا ثبوت شریعت میں موجود نہ ہو ، مثلاً چھٹی نماز فرض نہیں ہے ، یہ قسم متفقہ طور پر ان لوگوں کے لیے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شریعت کے بغیر حکم نافذ نہیں ہوتا ۔

استغراق : (Istighraq)

شامل ہونا ۔ استیعاب کر لینا ۔

کسی امر کا تمام افراد کو شامل ہونا ۔ استغراق کی دو قسمیں ہیں : استغراق حقیقی اور استغراق عرفی ۔

استغراق حقیقی : (Istighraq Haquiqui)

کسی لفظ کا حقیقتاً اور شرعاً تمام افراد پر مشتمل ہونا ۔

استغراق عرفی : (Istighraque Urfi)

از روئے عرف جو افراد کسی لفظ کے تحت آئے ہوں ۔

استفسار : (Question)

پوچھنا ۔ دریافت کرنا ۔

استفصال : (Istifsal)

طلب تفصیل ۔ فقہائے شافعیہ فرماتے ہیں کہ اگر احتمال ہونے کے باوجود کسی امر کے بیان میں (حکایت حال) تفصیل کو ترک کر دیا جائے تو اس کا مفہوم معلوم ہوگا ۔ چنانچہ روایت ہے کہ غیلان ثقفی نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی دس بیویاں تھیں ، آپ نے حکم فرمایا کہ "چار رکھ لیں اور باقی چھوڑ دیں" اس فرمان میں آپ نے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ ان میں سے کون سے نکاح پہلے تھے اور کون سے بعد میں ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حکم عام ہے اور دونوں صورتوں پر مشتمل ہے ۔

(فواتح الرحموت ۱/۲۸۹)

استقراء : (Exploration)

کلی کی جزئیات کی جستجو اور تفحص تا کہ ان کا حکم اس کلی پر عائد کیا جا سکے ۔ استقراء کی دو قسمیں ہیں :

استقراء تام اور استقراء ناقص ۔

استقراء تام - کسی ماہیت میں کلی حکم ثابت کرنا اس بناء پر وہ حکم تمام جزئیات میں ثابت ہے -

استقراء ناقص - کسی ماہیت میں کلی حکم ثابت کرنا اس بناء پر کہ اس کے بعض جزئیات میں حکم ثابت ہے -

اشارة النص : (Connotation)

اشارۃ النص یہ ہے کہ الفاظ نص سے کوئی شے اشارۃً مفہوم ہوتی ہو اور متکلم نے اس کے بیان کرنے کا قصد نہ کیا ہو - لیکن اس لحاظ سے کہ وہ مفہوم خود بخود ظاہر ہو ، اسے ظاہر کہیں گے لیکن چونکہ یہ مفہوم متکلم کا مقصود نہ تھا ، اس لیے وہ غیر ظاہر بھی ہے - بعینہٖ اس طرح کہ ایک شخص دوسرے شخص کو دیکھتا ہے جس کی اس کو تلاش تھی ، لیکن اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی کھڑا ہے ، یہ اسے بھی دیکھ لیتا ہے ، اول کو دیکھنا مقصود بالذات تھا ، جو عبارت النص ہے اور دوسرے کو دیکھنا مقصود بالذات نہ تھا ، لیکن دیکھنے سے وہ بھی خارج نہ رہا ، یہ اشارۃ النص ہوا - اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

"للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديار هم واموالهم يبتغون فضلا من الله و رضوانا و ينصرون الله و رسوله اولئك هم الصٰدقون"-

(ان مہاجر فقراء کے لیے جو اپنے شہروں اور مالوں سے نکالے گئے ، جو اللہ کا فضل اور رضامندی تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں ، یہی سچے لوگ ہیں) -

اس آیت میں اللہ تعالیٰ غنیمت کے مستحقین کو بیان فرمانا چاہتے ہیں اور اس کلام کا مقصود یہی ہے - اس لیے عبارۃ النص تو فقراء وغیرہم کا مال غنیمت کا مستحق ہونا ہے لیکن اشارۃً یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ لوگ فقیر ہیں اور جو مال ان کا مکہ میں موجود تھا ، وہ ان کی ملکیت سے خارج ہوگیا اور ان پر کفار کا تسلط ہوگیا - کیونکہ اگر ان کی مال پر ملکیت کو علی حالہ

باقی رکھا جائے تو پھر انہیں فقیر کہنا درست نہ ہوگا ۔ کیونکہ فقیر اسے کہا جاتا ہے کہ جس کی ملکیت میں مال نہ ہو ۔ مال کا قبضے میں ہونا شرط نہیں اور آیت کو مجاز پر محمول کرنا جیسا کہ شوافع کرتے ہیں خلاف اصل ہے، کیونکہ جب حقیقت ممکنہ موجود ہے تو مجاز پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے ۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس سے اشارۃً یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان کی ملکیت غلبہٗ کفار کے بعد زائل ہو جاتی ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کافر مال کا مالک بھی بن جاتا ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں کی ملکیت لزوماً ثابت ہوئی ، کیونکہ یہ اسلامی قاعدہ نہیں کہ کسی شے کو ضائع کر دیا جائے ، تو جب کوئی شے مسلم کی ملکیت سے خارج ہوئی اور کافر کی ملکیت میں بھی داخل نہ ہوئی تو ضیاع لازم آئے گا اس لیے مسلم کی ملکیت ختم ہو جانے کے بعد کافر کی ملکیت خود بخود ثابت ہو گئی ۔ گویا زوال ملک مسلم کے لیے ثبوت ملک کافر لازم ہے اور جب ملزوم ثابت ہوتا ہے تو بجمیع لوازم ثابت ہوتا ہے ۔ لہٰذا زوال ملک مسلم کے وقت ثبوت ملک کافرلزوماً ثابت ہوگا ۔

اسی سے یہ امر بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر کافر مسلمانوں کے مال پر غلبہ حاصل کر لیں اور اسے دارالحرب لے جائیں ، تو اس کے مالک ہو جائیں گے اور اس میں کافر کے تمام تصرفات جائز ہوں گے ، جیسے بیع و شراء وغیرہ اور اگر اس پر دوبارہ مسلمان قبضہ کر لیں تو وہ مالک اول کو نہ دیا جائے گا ، بلکہ بطور غنیمت تقسیم ہوگا ۔

اشباہ :(Similitudes)

شبہ کی جمع ہے ۔ قاضی ابوبکر نے شبہ کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وصف بذاتہ حکم کے مناسب نہ ہو ، مگر ایسے کسی امر کو مستلزم ہو جو بذاتہ اس سے مناسبت رکھتا ہو، فواتح الرحموت کے مؤلف بیان کرتے ہیں کہ شبہ یہ ہے کہ خود تو بذاتہ مناسب نہ ہو لیکن مناسبت کا خیال پیدا کرتا ہو اور یہ خیال اس بناء پر

پیدا ہوتا ہو کہ شارع نے بعض دیگر احکام میں اس جانب التفات کیا ہو ۔

(فواتح الرحموت : ۲/۲۰۱)

دیکھیے : شبہ ۔

اشتراط : (Condition)

شرط لگانا ، شرط ہونا ۔

دیکھیے : شرط ۔

اشتراک : (Common)

لفظ کا ایک سے زائد معنی کا حامل ہونا ۔

اشتراک لفظی : (Common word)

کسی لفظ کے اس طرح دو معنی ہونا کہ کسی بھی معنی کو ترجیح نہ ہو ۔

(کشاف اصطلاحات الفنون ۴/۱۵۴)

اشتراک معنوی : (Concurrent)

کسی لفظ مفرد کا ایسے عام مفہوم کے لیے وضع ہونا جو کئی افراد میں پایا جاتا ہو ۔

اصل : (Basis)

دلیل ، قاعدہ ، ضابطہ ، اساس ، بنیاد ۔ شریعت کا وہ اصل حکم جس پر دوسرے حکم کو قیاس کیا گیا ہو ۔

وہ نص شرعی جس پر کسی ایسے مسئلہ کے حکم کو قیاس کیا گیا ہو جس میں نص موجود نہیں ہے ۔ اکثر فقہاء کے نزدیک ضروری ہے کہ اصل نص ہو یا اجماع ہو ۔ قیاس سے ثابت شدہ حکم مزید قیاس کے لیے اصل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ۔

اصل القیاس : (Basis of analogy)

وہ محل جس پر قیاس کیا گیا ہو ۔

اصل المسألۃ : (Basic principle)

ایسا فقہی قاعدہ جو قرآن و سنت سے مستنبط ہو اور فروع جس کی صحت کی گواہی دیں -

اصول شریعت : (Basic principles of Shariah Law)

شریعت کے اصول -

دیکھیے : مصادر شریعت -

اصول فقہ : (Islamic jurisprudence)

یہ مرکب اضافی ہے اور دو الفاظ پر مشتمل ہے -

اصول اور فقہ - فقہ کے معنی ہیں عملی احکام شریعت کو ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ سمجھنا اور جاننا - اصول اصل کی جمع ہے جس کے معنی اس بنیاد اور اساس کے ہیں جس پر کوئی امر قائم اور استوار ہو- اصول فقہ سے مراد ان قواعد کا علم ہے جو تفصیل سے عملی احکام مستنبط کرنے کے طریقوں کی صورت میں کام آتے ہیں - مثلاً اصول فقہ یہ اصول مقرر کرتا ہے کہ قرآن و سنت میں وارد امر (حکم)وجوب کا لازم ہونے کا متقاضی ہے اور نہی (ممانعت) کا مقتضا تحریم ہے - غرض اصول فقہ بتاتا ہے کہ دلائل سے احکام کو کس طرح اخذ کیا جائے اور وہ احکام کے دلائل کی ترتیب مقرر کرتا ہے ، بایں طور کہ قرآن کریم کی نصوص اور تصریحات سب پر مقدم اور فائق ہیں - پھر سنت نبوی کا درجہ ہے اور اس کے بعد قیاس اور اجتہاد کا مرتبہ ہے - یعنی اگرچہ فقہ اور اصول فقہ دونوں ہی کا تعلق احکام شریعت کے دلائل سے ہے ، لیکن فقہ ان دلائل شریعت سے جدا جدا احکام معلوم کرتا ہے اور ان دلائل سے جزئی عملی احکام کا استنباط کرتا ہے، جب کہ اصول فقہ ان دلائل کے طریق استنباط کو مدنظر رکھتا اور ان کے حجت ہونے کے مرتبے اور مقام کو بیان کرتا ہے اور دلائل شریعت کی ترتیب اہمیت ان کے ظنی یا قطعی ہونے کے مرتبے اور مقام کو بیان کرتا

ہے اور دلائل شریعت کی ترتیب اہمیت ان کے ظنی یا قطعی ہونے اور ظاہری نصوص کے تعارض کو رفع کرنے کے طریقے بتاتا ہے ، مختلف عبارات کی دلالت کے تفاوت کو بیان کرنا اصول فقہ کا موضوع ہے - اصول فقہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ مکلفین میں کون سے افراد کون سے احکام کے مخاطب ہیں اور کون سے حالات اور صورتیں ہیں جن میں ایک مکلف کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصول فقہ فقیہ کے لیے شرعی احکام کے استنباط و استخراج کے طریقے بیان کرکے اس کے لیے ایک منہاج مقرر کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ استنباط و استخراج کے طریقے یہ ہیں اور ان کے دلائل اور ان کی ترتیب یہ ہے اور شریعت کے مصالح اور اخذ و استنباط کی تفصیلات یہ ہیں -

(اصول الفقہ)

اصول حنفیہ : (Hanafi principles of jurisprudence)

حنفی فقہاء نے جو اصول وضع کیے اور قواعد استنباط تشکیل دیے ان میں ان کا اسلوب فقہ حنفی کے فروعی مسائل کی عکاسی کرتا ہے - یعنی حنفی اصولیین نے وضع اصول میں اس امر کو پیش نظر رکھا ہے کہ ان اصولوں پر ان کے مسلک کی فروع کو قیاس کیا جا سکے اور ان کی صحت پر استدلال قائم کیا جا سکے - شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ "بعض تصانیف میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے درمیان اختلاف کی بنیاد یہ اور یہ اصول ہیں جو بزدوی وغیرہ کی کتب اصول میں مذکور ہیں - حالانکہ میرے نزدیک مثلاً یہ اصول کہ خاص خود مبین ہے اسے بیان کی حاجت نہیں وغیرہ ، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے دونوں تلامذہ سے منقول نہیں ہیں"- اس کا مطلب یہ ہے کہ حنفی مسلک کے ائمہ نے ان اصولوں کو مدون نہیں کیا بلکہ ان اصولوں کی تدوین بعد میں ہوئی ہے - لیکن یہ بات طے ہے کہ ان میں اکثر اصولوں کی رعایت ان کے استنباط میں ملحوظ تھی - البتہ ان اصولوں کی تدوین بعد میں ہوئی ہے اور اصول حنفیہ اور اصول

شافعیہ میں یہی فرق ہے کہ اصول شافعیہ ان کے فقہی استنباط کا منہاج بنے ہیں اور فقہی احکام کی تدوین ان کی اساس پر ہوئی جب کہ حنفی مسلک کے فقہی احکام کی اساس ان کے اصولوں پر قائم نہیں ہوئی بلکہ ان کے اصول ان کے فروعی مسائل کی تائید اور توثیق کے لیے بعد میں وضع ہوئے۔

اصول حنفیہ کی نمایاں تصنیف فخر الاسلام بزدوی کی "اصول بزدوی" ہے۔

(اصول الفقہ ۱۷)

اصول شافعیہ : (Shafie principles of jurisprudence)

شافعی مسلک کے فقہاء نے استنباط کے قواعد اور اجتہاد کے ضوابط وضع کرنے میں نظری اور فکری اسلوب اختیار کیا ہے اور جو قواعد انہوں نے وضع کیے ہیں وہ اس امر سے قطع نظر کرکے کیے ہیں کہ وہ خود ان کے مسلک کے مطابق ہیں یا نہیں ہیں بلکہ انہوں نے فکری اعتبار سے زیادہ دور رس اور توسع کے حامل قواعد و اصول وضع کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شافعی مسلک کے فقہاء فروع میں ان کی اتباع کے باوجود اصول میں ان سے اختلاف بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثلاً امام شافعی اجماع سکوتی کے قائل نہیں ہیں لیکن ان کے مسلک کے ایک فقیہ "آمدی" اجماع سکوتی کو حجت قرار دیتے ہیں۔

اصول استنباط کے اس طریقے کو بہت سے متکلمین نے بھی اختیار کیا کیونکہ یہ طریقہ ان کے اسلوب سے خاصی ہم آہنگی رکھتا ہے کہ ان کا اسلوب بھی حقائق کو محض حقیقت کے روپ میں جانچنا اور ان کا عقلی اعتبار سے جائزہ لینا ہے۔ اسی لیے اس طریقہ کو اصول متکلمین بھی کہا جاتا ہے۔ متکلمین نے اس اسلوب میں مزید توسع پیدا کرکے اس میں عقلی اور منطقی موضوعات بھی شامل کر دیے ہیں۔ مثلاً تحسین عقلی اور تقبیح عقلی کا موضوع۔

اس اسلوب کی اہم تصانیف امام غزالی کی "المستصفی" اور الآمدی کی "الاحکام فی اصول الاحکام" ہیں۔

(اصول الفقہ ۱۵)

اصولی : (Master of Islamic jurisprudence)
اصول فقہ کا جاننے والا ، اصول فقہ کا ماہر ، اس کی جمع اصولیین ہے - یعنی علمائے اصول -

اطراد الوصف : (Regular sequence)
کسی وصف کا کسی امر میں اس طرح پایا جانا کہ اگر وہ وصف موجود ہو تو اس کے احکام کا اطلاق ہو ورنہ نہ ہو -

اعتدال : (To be sane and major)
اعتدال سے مراد عقل اور بلوغ کا موجود ہونا ہے -

اقتضا : (To demand)
چاہنا ، مطالبہ کرنا ، شارع کا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ کرنا -

اقتضاء النص : (Demand of the text)
اقتضاء النص اسے کہتے ہیں کہ عقل یا شریعت کی بناء پر کچھ زیادہ کیا جائے کہ اگر اس زیادتی کو تسلیم نہ کریں تو نص کے معنی صحیح نہیں ہوتے - اسی باعث اسے متقاضی سے تعبیر کیا جاتا ہے - گویا نص اپنے معنی کے بناء پر اس کا متقاضی ہے - لیکن یہاں اشکال وارد ہوتا ہے کہ اس طرح محذوف بھی مقتضی میں داخل ہو - کیونکہ وہ بھی منصوص پر زیادتی ہے اور بغیر اس زیادتی کے معنی منصوص صحیح نہیں ہوتے -

اقوال صحابہ : (Opinions of the companions)
اقوال صحابہ کی دو صورتیں ہیں :—

۱ - ایسے مسائل میں جہاں اجتہاد جاری نہ ہو سکتا ہو ، کسی صحابی نے کوئی شرعی مسئلہ یا فقہی حکم بیان کیا ہو اور دلائل سے ثابت ہو جائے کہ صحابی نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے ، اگر ایسا معاملہ ہو تو صحابی

کا قول سنت نبوی میں شامل سمجھا جائے گا اور وہ سنت نبوی کی طرح قابل اعتبار و اتباع ہے ، اس صورت میں یہ اختلافی دلیل نہیں ہے ، بلکہ متفقہ طور پر قابل تسلیم اصول ہے -

۲ - اگر اجتہادی مسائل میں کسی صحابی کا قول مذکور ہو تو اس بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ قول ان جیسے دوسرے صحابی کے لیے حجت نہیں ہے - اس اتفاق رائے کو قاضی ابوبکر ، آمدی اور ابن الحاجب وغیرہ نے بیان کیا ہے ، البتہ صحابہ کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے لیے یہ قول کہاں تک قابل تسلیم ہے ، اس کے بارے میں اختلاف ہے اور اس میں علماء کی یہ رائیں ہیں :-

(الف) بعض علماء کا خیال ہے کہ اس قسم کا قول صحابی شرعی حجت ہے اور قیاس پر اسے فوقیت دی جائے گی - امام مالک اور اکثر حنفیہ کی رائے یہ بیان کی جاتی ہے اور امام شافعی کا یہ قدیم مسلک ہے ، ان کا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہے :-
"میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کسی کی پیروی کرو گے ، تمھیں اس کے ذریعے ہدایت حاصل ہوگی -"

ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ گمان غالب یہی ہے ، کہ صحابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یہ بات کہی ہوگی اور اگر سماع ثابت نہ ہو تو اس صورت میں بھی صحابی کا قول حق و صداقت کے زیادہ قریب ہے ، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور انھوں نے تمام حالات اور اسباب کو مشاہدہ کیا ہے ، جن کے زیر اثر شرعی احکام نازل ہوئے تھے ، اس لیے صحابی کا قول قابل ترجیح دلیل ہے -

(ب) بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ اگر قول صحابی کو قیاس کی تائید حاصل ہو جائے تو وہ شرعی حجت بن سکتا ہے اور جیسا کہ ارشاد الفحول میں مذکور ہے ، ان علماء کا

استدلال یہ ہے کہ اجتہادی مسائل میں صحابی معصوم نہیں ہے ۔ لہٰذا اس معاملے میں صحابی اور دیگر مجتہدین میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

قول صحابی کے بارے میں حنفی علماء کی رائے یہ ہے کہ اگر صحابی کا قول قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو اور ایسے معاملات میں ہو جہاں اجتہاد اور رائے جاری نہ ہو تو ان کے نزدیک متفقہ طور پر قولِ صحابی شرعی حجت ہے ، کیونکہ یہ قول اصل حدیث نبوی کے برابر ہے ، کیونکہ وہ مسئلہ جس کا تعلق اجتہاد اور رائے سے نہ ہو ، اس کے بارے میں کوئی جلیل القدر صحابی اس وقت تک فتویٰ نہیں دے سکتے جب تک کہ ان کے پاس کوئی شرعی سند نہ ہو ۔

(فقہ الاسلام ، ۲۴۹)

اقل الجمع : (The minimum number of plural)

جمع کے معنی ایک شے کو دوسری شے سے ملانے کے ہیں ۔ عربی زبان کی رو سے ایک واحد اور دو تثنیہ ہے اور جمع کا کم از کم عدد تین ہے ۔ تمام فقہی مسائل میں جمع کا اقل عدد تین ہے ، لیکن میراث میں اقل عدد دو ہے ۔

(الموسوعہ)

الغاء : (Ineffective)

کسی حکم کا وصف کے بغیر صورۃً موجود ہونا ۔ بالفاظ دیگر وصف یعنی علت کی تاثیر مرتب نہ ہونا ۔ فقہائے اصولیین کے نزدیک مصالح کی تین قسمیں ہیں ۔ معتبر ، مرسل اور ملغاۃ ۔

(الموسوعہ)

الغاء الفارق : (To declare the distinguishing factor in analogy ineffective)

قیاس کے عمل میں اصل اور فرع کے درمیان فرق کرنے والے امر کی عدم تاثیر بیان کرنا اور جس حکم میں دونوں شریک ہوں اسے ثابت کر دینا ۔

امر : (Injunction)

بربنائے استعلاء کسی سے طلب فعل کا مطالبہ امر کہلاتا ہے۔ یہ طلب فعل کبھی بصورت لزوم ہوتا ہے اور کبھی بصورت استحباب مگر قرآن و سنت کے ہر امر کے لازم نہ ہونے کی دلیل موجود ہو۔

امر بالفعل : (Order)

امر بالفعل تکرار کا متقاضی نہیں ہوتا۔ یعنی مامور بہ کے گھڑی گھڑی کرنے کو واجب نہیں کرتا بلکہ صرف ایک مرتبہ کر لینا کافی ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص وکیل سے کہے کہ میری بیوی کو طلاق دے دے۔ وکیل نے اس کی بیوی کو طلاق دے دی۔ اتفاق سے اس شخص نے اس عورت سے دوبارہ شادی کر لی تو اب وکیل حکم اول کی بناء پر اسے طلاق نہیں دے سکتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بہت سے اوامر ایسے ہیں جو تکرار کے متقاضی ہیں اور اسی بنا پر نماز مکرر ہوتی ہے۔ حالانکہ امر مکرر نہیں ہوتا۔ اسی طرح اور عبادات ہیں کہ جن میں تکرار موجود ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ وہ کسی شرط یا وصف کے ساتھ مقید ہو کہ جب شرط یا وصف موجود ہوگا تو امر تکرار کا تقاضا کرے گا جیسے :

"جب تم نماز کو کھڑے ہو تو وضو کرو"

تو اس کا باعث یہ ہے کہ تکرار امر کی بناء پر نہیں بلکہ اسباب مکررہ کی بناء پر ہے اور چونکہ اسباب عبادات میں تکرار ہے تو عبادت میں بھی تکرار واقع ہو رہا ہے۔ سبب مکرر ہو گیا تو مشروط و موصوف بھی مکرر ہوگا۔

امکان اجماع : (Probability of consensus)

مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں معتزلی عالم نظام اور بعض شیعہ بھی شامل ہیں یہ رائے رکھتے ہیں کہ اجماع کا ہونا محال ہے۔

کیونکہ مجتہدین کا کسی ایک ایسے معاملے پر متفق ہونا محال ہے جو پہلے سے معلوم نہ ہو - اسی طرح ایک ہی وقت میں سب لوگوں کا جمع ہو کر کسی ایک مسئلہ پر گفتگو کرنا بھی محال ہوتا ہے مگر ان کے یہ دلائل درست نہیں ہیں - اس لیے کہ یہ عین ممکن ہے کہ مجتہدین ایک مقام پر مجتمع ہوجائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مجتہد کی رائے کی باقی مجتہدین کو اطلاع ہو جائے اور وہ اس پر اتفاق کر لیں - یہ لوگ اس بات سے بھی استدلال لاتے ہیں کہ مجتہدین کرام دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں ، اس لیے ایسے مذہبی معاملے کی خبر ہر جگہ نہیں پہنچ سکتی ہے - یہ دلیل بھی اس لیے باطل ہے کہ اگرچہ علماء کرام اور مجتہدین مختلف ملکوں میں آباد ہیں تاہم اگر دوڑ دھوپ کی جائے اور طلب صادق ہو تو انہیں ایک جگہ جمع کیا جا سکتا ہے اور ان کی رائے معلوم کی جا سکتی ہے -

انشاء : (Orginating act)

کلام کی دو قسموں میں سے ایک خبر دوسری انشاء ہے - انشاء وہ کلام ہے جس میں صدق و کذب کا احتمال نہ ہو -

اول الجمع : (First number of plural)

جمع کے معنی ایک شے کو دوسری سے ملانے کے ہیں - عربی زبان کی رو سے ایک واحد اور دو تثنیہ ہے اور جمع کے کم از کم عدد تین ہیں - تمام فقہی مسائل میں جمع کا اول عدد تین ہے لیکن میراث میں اول عدد دو ہے -

(الموسوعہ)

اہلیت : (Legal capability)

حقوق لازم ہونے اور حقوق کے ادا کرنے کی صلاحیت -

اہلیت کا محل انسان ہے اور انسان کی عمر کے ساتھ اس کی اہلیت کے مدارج تبدیل ہوتے رہتے ہیں - رحمِ مادر میں موجود بچہ کی اہلیت جدا ہے ، بچہ کی پیدائش سے اس کے سن تمیز تک پہنچنے کے

دور کی اہلیت علیحدہ ہے ۔ پھر سن تمیز سے سن بلوغ تک اہلیت کا ایک اور دور ہے جب کہ بلوغ کے بعد اہلیت کاملہ حاصل ہو جاتی ہے ۔ بشرطیکہ کوئی عارض موجود نہ ہو ۔ اہلیت کی دو قسمیں ہیں :—

(۱) اہلیتِ وجوب ۔

(۲) اہلیتِ اداء ۔

اہلیت اداء : (Capacity for the exercise of rights and discharge of obligation)

کسی انسان میں یہ صلاحیت ہونا کہ اس سے جو فعل صادر ہو وہ از روئے شریعت قابل قبول اور قابل اعتبار ہو ۔ اہلیتِ اداء کی دو قسمیں ہیں ۔ اہلیت ادا قاصرہ اور اہلیت اداء کاملہ ۔ بلوغ اور عقل دونوں موجود ہوں تو اہلیت ادا کاملہ ہے ورنہ اہلیت اداء قاصرہ کہلائے گی ۔

اہلیتِ وجوب : (Capacity of inherence of rights and discharge of obligation)

کسی انسان کا اس صلاحیت کا حامل ہونا کہ دوسروں کے حقوق اس پر واجب ہوں اور اس کے حقوق دوسروں پر عائد ہوں ۔ اہلیت وجوب کی دو قسمیں ہیں ۔ وہ اہلیت جو رحم میں پرورش پانے والے بچے کو حاصل ہوتی ہے اہلیت وجوب ناقصہ کہلاتی ہے اور جو اہلیت پیدائش کے بعد انسان کو حاصل ہوتی ہے وہ اہلیت وجوب کاملہ کہلاتی ہے ۔

ائمہ : (Leaders)

امام کی جمع ائمہ بمعنی مقتدا اور راہنما ۔

فقہ کے چار مکاتب فکر کے بانی فقہاء یعنی امام ابو حنیفہ ،

امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل ۔ ائمہ اربعہ کہلاتے ہیں ۔

ایجاب : (Obligation)

شارع کا مکلف سے بطور الزام کسی فعل کے انجام دینے کا مطالبہ کرنا ۔

(ب)

بیان : (Interpretation)

بیان کے لفظی معنی اظہار اور توضیح کے ہیں - یعنی جو کلام مخفی اور مبہم ہو اس کی وضاحت کو بیان کہا جاتا ہے - علمائے اصول کے نزدیک بیان سے مراد وہ کلام ہے جو مدلول پر دلالت کرے ، اسی طرح بیان کرنے والے عمل کو بھی بیان کہا جاتا ہے - جیسا کہ رسول ؐ کا فرمان ہے کہ جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھو ، اسی طرح نماز پڑھو -

بیان کی پانچ اقسام ہیں ، بیان تقریر ، بیان تفسیر ، بیان تغییر ، بیان تبدیل اور بیان ضرورت -

بیان تبدیل : (Abrogation)

بیان تبدیل دراصل نسخ ہی کا ایک عنوان ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ بعد میں آنے والی شرعی دلیل سے سابق حکم شرعی کا رفع ہو جانا ، کیونکہ شارع کے اعتبار سے نسخ حکم کے رفع کا حامل نہیں ہے ، بلکہ دراصل شارع کے اعتبار سے نسخ پہلے حکم کے منتہا کو بیان کرتا ہے ، اس لیے کہ ظاہر ہے کہ منسوخ ہونے والے حکم کے بارے میں اللہ سبحانہ کو علم تھا کہ فلاں وقت امر ناسخ آ جانے کے بعد یہ حکم باقی نہیں رہے گا - غرض علم الٰہی کے اعتبار سے امر ناسخ ، حکم کو رفع کرنے والا نہیں - بلکہ امر منسوخ کے اختتام کو بیان کرنے والا ہے -
(الموسوعہ)

بیان تغییر : (Bayan-e-Taghyeer)

یعنی متکلم اپنے کلام کے موجب اصلی اور مفہوم حقیقی کو ایسے معنی کی جانب منتقل کر دے کہ جو اس کلام کے معانی بعیدہ

سے تعلق رکھتے ہوں کہ متکلم کے بیان کیے بغیر سامع کا ذہن اس جانب متوجہ نہ ہو - جیسے حقیقت کو مجاز سے ، عام کو خاص سے اور مطلق کو مقید سے متغیر کر دے اور چونکہ اس سے معنی اول میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے ، اس لیے اسے بیان تغیر کہتے ہیں -

بیان تغییر کی دو صورتیں ہیں - پہلی مشروط کے ساتھ معلق کرنا - یعنی تعلیق بالشرط اور دوسری استثناء -

عرف عام میں شرط اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس پر کسی شے کا موجود ہونا موقوف ہو - متکلمین کے نزدیک اس شے کو شرط کہتے ہیں کہ جس پر دوسری چیز کا تعلق موقوف ہو مگر وہ شرط نہ اس مشروط میں داخل ہو اور نہ اس میں مؤثر اور نحویوں کے نزدیک ، اس جملہ کو کہیں گے کہ جس پر حروف شرط میں سے کوئی حرف داخل ہو جو پہلے جملے کے سبب اور دوسرے کے مسبب ہونے پر دلالت کرے اور شرعاً شرط اسے کہا جاتا ہے جو دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہو -

اول وہ امر خارجی جس پر شے ثانی موقوف ہو لیکن اس پر مترتب نہ ہو جیسے نماز کے لیے وضو ، دوسرے معنی یہ ہیں کہ حکم اس پر مترتب ہو لیکن اس پر موقوف نہ ہو -

قرآن کریم میں ہے کہ اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو -

(الطلاق ٦)

اصلاً تو اجرت محض عقد پر لازم ہو جاتی ہے - مگر یہاں صرف شرط کے لانے سے معلوم ہوا کہ اگر رضاعت وجود میں نہ آئے تو رضاعت کی اجرت بھی لازم نہیں ہے - بالفاظ دیگر رضاعت کی اجرت محض عقد سے لازم نہیں ہوگی - بلکہ عملاً رضاعت کے وجود میں آنے سے لازم ہوگی -

(اصول السرخسی)

استثناء کی مثال قرآن کریم میں حضرت نوح کے بارے میں وارد یہ الفاظ ہیں :

"فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما"۔

(العنکبوت ۱۴)

ترجمہ : وہ ان کے درمیان رہے ہزار سال مگر پچاس برس - اس آیت میں ایک ہزار سال کہہ کر اس میں پچاس برس کا استثناء کر دیا گیا ہے -

(الموسوعہ)

بیان تفسیر : (Bayan-e-Tafseer)

بیان تفسیر اگر لفظ غیر ظاہر المراد ہے ، مثلاً مجمل یا مشترک ہے تو اسے متکلم اپنے بیان سے واضح کرتا ہے - مثلاً نماز و زکٰوۃ مجمل ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیفیات و تفصیلات بیان فرما دیں - یا مثلاً ایک شخص کہے کہ میرے ذمہ فلاں کی ایک شے ہے اور پھر کہے مثلاً دس درہم تو یہ متکلم نے لفظ شے کی تفسیر بیان کی ہے -

بیان تقریر و تفسیر دونوں کا حکم یہ ہے کہ یہ موصولاً اور مفصولاً ہر طرح صحیح ہوتا ہے -

اس امر پر تمام علماء کا اتفاق ہےکہ بیان تغییر متصل و منفصل ہر دو طرح سے جائز ہے کیونکہ اس سے ماقبل کلام متغیر نہیں ہوتا - بلکہ جو کلام سے مفھوم ہوتا ہے بیان تغییر اسی کی تغییر کرتا ہے -

لیکن بیان تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے - حنفیہ ، مالکیہ اور اکثر اصحاب شوافع کے نزدیک یہ متصلاً اور منفصلاً ہر طرح جائز ہے - لیکن بعض شوافع اور حنابلہ منفصلاً جائز نہیں قرار دیتے-

اور ہمارے نزدیک اس کے جواز کی دو دلیلیں ہیں - ایک دلیل عقلی اور ایک دلیل نقلی ، عقلی دلیل تو یہ ہے کہ ابہام کے بعد

تفصیل کرنا شائع و ذائع ہے اور زیادہ ذہن نشین ہوتی ہے اور نقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"ثم ان علینا جمعہ و قرآنہ . . . . ثم ان علینا بیانہ"۔

اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ، پھر اس آیت میں بیان کو ثم کے ساتھ ظاہر فرمایا اور ثم تراخی کے لیے آتا ہے ، مطلب یہ ہوا کہ جو قرآن تم پر پہلے نازل ہو چکا ہے اس میں جو مجمل و مشترک الفاظ ہیں عنقریب ان کی تفسیر و وضاحت بیان کی جائے گی ، تم اس کی فکر نہ کرو اور اس کی تفسیر کا انتظار کرو ۔

بیان تقریر : (Bayan-e-Taqreer)

بیان تقریر یہ ہے کہ لفظ کے معنی لغۃ ظاہر ہوں ، لیکن اس میں دیگر معانی کا احتمال موجود ہو ۔ متکلم اپنے بیان کے ساتھ اس ظاہر معنی کو بیان کرتا ہے ۔ تا کہ وہ احتمال جاتا رہے اور اس کے اس بیان سے ظاہر معنی معین ہو جاتے ہیں ، جیسے ایک شخص دوسرے سے کہے میرے ذمے سکہ رائج الوقت کے ایک ہزار روپے ہیں ، تو یہ بیان تقریر ہے ، اس لیے کہ ایک ہزار، رائج الوقت اور غیر رائج الوقت ہر دو کا احتمال رکھتا تھا ۔ جب اسے بیان کر دیا تو وہ سکہ معین ہو گیا اور وہ احتمال جو پیدا ہوا تھا رفع ہوگیا ۔

بیان ضرورت : (Interpretation by necessity)

بیان ضرورت بیان کی ایک قسم ہے ، جو بربنائے ضرورت بلا استعمال الفاظ حاصل ہوتا ہے ۔

اس کی چار قسمیں ہیں :

پہلی قسم وہ بیان ہے جو منطوق حکم کے درجے میں ہو یعنی کلام (نطق) حکم مسکوت عنہ پر بھی مشتمل ہو۔ مثلاً قرآن کریم کی سورۃ (النساء آیت ۱۱) میں ہے کہ اگر متوفی لاولد ہو اور اس کے ماں باپ اس کے وارث ہوں تو ماں کو ایک تہائی ملے گا ، اس

حکم کے آغاز میں بتایا کہ میراث ماں اور باپ دونوں کو ملے گی اور پھر ماں کا حصہ ذکر کر دیا ، تو ماں کا حصہ بیان کر دینا ، اس امر کا بیان ہو گیا کہ باقی تمام باپ کو مل جائے گا اور اس طرح باپ کے حصہ کا ذکر ایسا ہوگیا جیسے نص میں بیان ہوا ہو -

دوسری قسم وہ سکوت (خاموشی) جو متکلم کی حالت دلالت کے تحت بیان بن جائے - مثلاً شارع کا کسی امر کو دیکھ کر سکوت اختیار کرنا اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اگر وہ امر درست نہ ہوتا تو آپ اسے ضرور رفع فرماتے بیان کا درجہ حاصل کر جائے گا - چنانچہ جو معاملات خرید و فروخت اور دیگر معاملات آپ کے سامنے ہوتے اور آپ[ؐ] نے ان پر سکوت اختیار کیا تو آپ کا سکوت ان کے مباح ہونے کی دلیل ہے ، اس لیے کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ کے سامنے کوئی ممنوع کام کیا جائے اور آپ اس پر سکوت اختیار کریں -

تیسری قسم ایسا سکوت ہے جو دفع ضرر کی ضرورت کے پیش نظر بیان قرار دے دیا گیا ہو ، مثلاً باپ اگر اپنے باتمیز بچے کو خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھے اور خاموش رہے تو اس کا یہ سکوت اجازت متصور ہوگا -

چوتھی قسم ایسا سکوت ہے جو ضرورت کلام کے تحت بیان قرار دے دیا گیا ہو ، جیسے کوئی کہے کہ میرے اوپر فلاں کے سو اور ایک روپیہ ہے تو "ایک روپیہ" ، "سو" کا بیان ہوگا کہ سو بھی روپے ہیں -

(ت)

تاکید : (Emphasis)

مخاطب کے ذہن میں کسی امر کو ثابت اور طے شدہ قرار دینا۔
(تھانوی : ۱۵۴۷/۶)

تاویل : (Explanation)

لفظ کے ظاہر معنی کو ترک کرکے بربنائے دلیل مرجوح مفہوم کو اختیار کر لینا ۔

کسی ایسے احتمال کو جسے دلیل کی تائید حاصل ہو ، اس دلیل کی بنا پر ظاہری مفہوم پر ترجیح دینا ، بشرطیکہ اس دلیل سے مرجوح معنی کا ظن غالب پیدا ہو جائے تاویل کہلاتا ہے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تاویل محض لفظ کو حقیقت سے مجاز کی طرف پھیرنے اور عموم کی تخصیص کرنے کی صورت میں ہو ، یعنی اگر لفظ اپنی وضع اور حقیقت کے اعتبار سے اپنے تمام افراد پر مشتمل ہونے والا ہو تو اسے اس کے بعض افراد پر مقتصر کر دینا یا اس کا حقیقت سے مجاز کی طرف لوٹا دینا تاویل ہے ۔

احتمال بعید بھی ہو سکتا ہے اور قریب بھی ، اگر احتمال قریب کی جانب تاویل کی جا رہی ہو تو دلیل قریب کافی ہے ، خواہ وہ اتنی قوی نہ ہو ۔ لیکن اگر احتمال بعید ہو تو دلیل قوی درکار ہوگی ۔ تاکہ احتمال بعید ظن غالب حاصل کر سکے اور اس کے بعد تلافی ہو سکے ، ظاہری معنی کو چھوڑ کر مرجوح معنی کی جانب رجوع قیاسی بھی ہوسکتی ہے اور بربنائے قرینہ بھی ہو سکتا ہے ۔
(المستصفی : ۳۸۷/۱)

تحسین : (To make proper)

عمدگی اور خوبی پیدا کرنا ۔

تحسین و تقبیح عقلی : (Tahseen-o-Taqbeeh Aqli)

عقلی اعتبار سے کسی فعل یا کسی بات کو اچھا یا برا قرار دینا۔ کسی فعل کے حسن و قبح کا مدار عقل کو بنانا ۔

دراصل شریعت کے تمام احکام مصالح پر مبنی ہیں اور ان سب کا مقصود انسان کی دنیا کی صلاح و فلاح اور آخرت کی نجات ہے ۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا احکام شریعت میں عقل کا بھی کوئی کردار ہے اور کیا مکلف اس امر کا مجاز ہے کہ احکام شریعت کے ساتھ وہ عقلی تقاضوں کو بھی تسلیم کرے ۔ شیعہ مسلک کے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جن امور میں کتاب و سنت موجود نہ ہو (ان کے یہاں سنت کا مفہوم زیادہ وسیع ہے) وہاں شرعی اساس کے طور پر عقل بھی ایک فقہی مصدر متصور ہوگی ۔

جمہور فقہاء عقل کو حاکم قرار نہیں دیتے ، بلکہ جن امور میں نص موجود نہ ہو وہ ان کو بھی مختلف طریقوں مثلاً قیاس ، استحسان اور مصالح معتبرہ کے ذریعہ نص کی جانب لوٹاتے ہیں ۔

عدم نص کی صورت میں عقل کے قابل اعتبار قرار دینے یا نہ دینے کا مدار تحسین و تقبیح عقلی ہے اور اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں ۔

معتزلہ کی رائے یہ ہے کہ بعض اشیاء ایسی ہیں ، جن میں ذاتی طور پر حسن یا قبح پایا جاتا ہے اور بعض اشیاء ایسی ہیں کہ منفعت و مضرت اور خیر و شر کے دونوں پہلو موجود ہوتے ہیں ۔ اس اعتبار سے معتزلہ کے یہاں اشیاء اور امور تین قسم کے ہوتے ہیں ۔ بعض اشیاء اپنی ذات کے اعتبار سے "حسن" ہوتی ہیں، ضروری ہے کہ اللہ بھی ان کے انجام دینے کا حکم دے ۔ بعض اشیاء فی ذاتہ قبیح ہوتی ہیں ، ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ ان سے منع فرمائے اور بعض اشیاء قبح اور حسن کے درمیان دائر ہوتی ہیں ، ان میں سے اگر کسی امر کے بارے میں حکم الٰہی موجود ہو تو

وہ حسن ہو جائے گی اور ممانعت ہو تو قبیح ہو جائے گی ۔

معتزلہ کی رائے کا ماحصل یہ ہے کہ جن لوگوں تک احکام شریعت نہ پہنچیں ، وہ بھی ان امور کے انجام دینے کے مکلف ہیں ، جو حسن ذاتی کے حامل ہوں اور ان پر ان امور سے اجتناب لازم ہے ، جو قبیح لذاتہ ہوں ۔ مثلاً یہ کہ ان کے لیے جھوٹ بولنا ، جائز نہیں ہوگا اور عدل کرنا لازم ہوگا ۔ جن امور کے بارے میں نص موجود نہ ہو ان میں عقل کے فیصلے پر عمل کیا جائے گا اور یہ کہ اللہ سبحانہ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ایسے امر کا حکم دے جو قبیح لذاتہ ہو ۔

ماتریدیہ کی رائے یہ ہے کہ بعض اشیاء حسن ذاتی اور قبح ذاتی کی حامل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ان امور کا حکم دیتا ہے جو حسن لذاتہ ہے اور ان امور سے منع فرماتا ہے جو قبیح لذاتہ ہیں اور اس کے منع کرنے سے قبیح قرار پاتے ہیں ۔ اس حد تک حنفی فقہاء بھی ماتریدیہ سے اتفاق کرتے ہیں ۔ مگر حنفی فقہاء مزید یہ کہتے ہیں کہ محض عقل پر تکلیف (ذمہ داری) عائد نہیں ہوتی، بلکہ تکلیف اور ثواب و عذاب کا مدار نص کے حکم پر ہے ۔

اس لیے جن امور میں نص موجود نہ ہو ان میں بھی محض عقل فیصلہ کن نہیں ہوگی ، بلکہ قیاس ، استحسان اور مصالح معتبرہ کو کام میں لاکر فی الجملہ شریعت کی نصوص اور عمومی ہدایات ہی سے رہنمائی حاصل کی جائے گی ۔

تیسری رائے اشاعرہ کی ہے اور یہی رائے جمہور اصولیین کی ہے کہ اشیاء میں نہ حسن ذاتی موجود ہوتا ہے اور نہ قبح ذاتی ، بلکہ حسن و قبح اضافی امور ہیں ، اللہ خالق کائنات اور خالق اشیاء ہے اور وہی حسن و قبح کا بھی خالق ہے اور اس کا ارادہ مطلق ہے ، صرف اسی کے احکام سے کوئی امر یا کوئی شے حسن کہلاتی ہے اور صرف اسی کے حکم سے کوئی امر قبیح قرار پاتا ہے اور تکلیف اور ثواب و عذاب کا مدار عقل نہیں بلکہ احکام شریعت ہیں،

بالفاظ دیگر عقل تابع شریعت ہے ، شریعت عقل کے تابع نہیں ۔
(اصول الفقہ : ۵۴)

تحسینات (Embellishments)

مقاصد شریعت کا بیان اصول فقہ کا موضوع ہے ۔ مقاصد شریعت تین قسم کے ہیں ، ضروری ، حاجی اور تحسینی ، تحسینیات ایسے امور ہیں ، جن کی ضرورت یا حاجت داعی نہ ہو بلکہ ان کا مطلوب عادات اور معاملات میں احسن مناہج اختیار کرنا ہو ۔
(المستصفی ۱/۲۸٦)

تحقیق مناط : (Tahqueeq Manat)

کسی حکم کی علت کو نص یا اجماع یا اجتہاد کے ذریعے معلوم کر لینے کے بعد غور و فکر اور اجتہاد سے اسے جدا جدا صورتوں میں تلاش کرکے حکم کا انطباق کرنا ۔

غرض تحقیق مناط یہ ہے کہ وصف حکم کو متعدد صورتوں میں دیکھا جائے کہ کس صورت میں وہ وصف منطبق ہوتا ہے ، مثلاً اسکار (نشہ آور ہونا) تحریم خمر کی علت ہے اور مختلف مشروبات میں یہ تلاش کرنا کہ کس میں اسکار موجود ہے ، تحقیق مناط ہے۔

تخریج : (Deriviation)

مسلک فقہی کے امام کی تصریح یا اس کے وضع کردہ اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی جزئی حکم کو بطور تفریع مستنبط کرنا تخریج کہلاتا ہے ۔

تخریج مناط : (Takhreej Manat)

تخریج سے مراد کسی حکم کا استنباط کرنا ہے اور مناط سے مراد اس حکم کی علت ہے ۔

اگر نص یا اجماع کے ذریعے کسی حکم کا ثبوت ہو مگر اس کی علت بیان نہ کی گئی ہو تو اجتہاد کے ذریعے حکم کی علت معلوم کرنا تخریج مناط کہلاتا ہے ۔

بالفاظ دیگر تخریج مناط کا مفہوم یہ ہے کہ اگر نص میں حکم کی علت بیان نہ ہوئی ہو اور علت پر اجماع بھی نہ ہو تو کسی ایسے وصف کو تلاش کیا جائے جو علت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مثلاً یہ استنباط کہ وہ قتل جس سے قصاص لازم آتا ہے ایسے آلہ سے قتل کرنا ہے جس سے بالعموم آدمی مر جاتا ہے ، اس لیے قصاص کا حکم ہر اس آلہ سے ثابت ہو جائے گا ، جس سے قتل کرنے سے آدمی مر جاتا ہو ، خواہ وہ آلہ نزول شریعت کے وقت موجود ہو یا نہ ہو ۔

تخصیص : (Particularization)

کسی دلیل کی بنا پر لفظ عام جن افراد پر مشتمل ہو اسے ان میں سے بعض افراد پر مقتصر کر دینا ۔

(التھانوی ۲/۳۲۸)

اگر لفظ عام جمع نہ ہو تو اس کی تخصیص واحد تک ہو سکتی ہے، اگر جمع ہو تو جمع کے کم سے کم عدد تک ہو سکتی ہے ، عام تخصیص کے بعد عام ہی باقی رہتا ہے ۔

تخییر : (Choice)

اختیار دینا ، شارع کا کسی فعل کو کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دینا ۔

ترک حقیقت : (Preference to metaphorical meaning of the word)

ترک حقیقت سے مراد ہے لفظ کے حقیقی معنی کو ترک کرکے اس کے مجازی معنی مراد لینا ۔

اس کی پانچ قسمیں ہیں :

۱ ۔ دلالت العرف ۔

۲ ۔ دلالت الکلام ۔

۳ - دلالت سیاق الکلام -

۴ - دلالت المتکلم -

۵ - دلالت محل کلام -

تعادل : (Equivalence of witnesses)

دیکھیے : تعارض الادلۃ" -

تعارض : (Contradiction)

کسی امر کی دو دلیلوں کا باہم متعارض ہونا - ان میں سے ایک کا مقتضا دوسری سے مختلف ہونا -

تعارض الادلۃ : (Contradiction of evidence)

کسی حکم کے دلائل میں اس طرح عدم مطابقت ہونا کہ جو امر ایک دلیل سے ثابت ہو وہ دوسری دلیل سے ثابت نہ ہوتا ہو-

(الف) تعارض کی صورت میں دونوں دلیلیں جب برابر درجہ کی ہوں اور ایک کو دوسری پر کسی حیثیت سے برتری نہ حاصل ہو تو فقہاء کی اصطلاح میں اس کو "تعادل" کہتے ہیں-

(ب) دلیل کو مقررہ اصول و ضوابط پر پرکھنے سے برتری کی صورت نکل آتی ہے ، تو اسے "ترجیح" کہتے ہیں -

قرآن حکیم میں اگر تعارض کی صورت کا شبہ ہوتا ہو تو موقع و محل کی تعیین اور تقدیم و تاخیر کی واقفیت سے بآسانی یہ شبہ رفع ہو سکتا ہے - اس لیے کہ قرآن کریم میں تعارض کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا - سنت کو روایت و درایت کے مقررہ اصول پر جانچنے سے بڑی حد تک اس کا تعارض دور کیا جا سکتا ہے - اسی طرح اجماعی فیصلوں میں بھی موقع و محل کی تعیین اور حالات و زمانہ کی تبدیلی سے واقفیت کے بعد یہ دشواری رفع ہو سکتی ہے، دراصل تعارض کا محل قطعی دلائل نہیں ہیں ، بلکہ ظنی دلائل ہیں - قیاسی دلیلوں کے تعارض کی صورت میں فقہاء نے درج ذیل اصول

مقرر کیے ہیں :

۱ - قوت اثر ، یعنی دونوں دلیلوں میں غور کیا جائے گا کہ اثر کے لحاظ کون سی دلیل قوی ہے ، جو قوی ہوگی اسی کو ترجیح دی جائے گی - مثلاً قیاس اور استحسان میں تعارض ہو تو استحسان کو ترجیح حاصل ہوگی، جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے-

۲ - قوت ثبوت ، جو وصف دلیل (علت) بن رہا ہے ، حکم پر اس کے ثبوت اور لزوم کی قوت کو دیکھا جائے گا -

۳ - کثرت اصول - ایک قیاس کا ایک مقیس علیہ ہو اور دوسرے قیاس کے دو ہوں یا کئی ہوں تو دوسرے کو ترجیح دی جائے گی - مثلاً سر کے مسح میں تثلیث (تین مرتبہ) مسنون نہیں ہے ، کیونکہ اس کے اصل (مقیس علیہ) موزہ پر مسح ، جبیرہ (وہ لکڑی جو ٹوٹی ہڈی پر باندھی جاتی ہے) پر مسح اور تیمم ہیں ، ان میں سے کسی میں تثلیث نہیں ہے - امام شافعی تثلیث کے قائل ہیں اور غسل (دھونے) پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح اعضاء کے دھونے میں تثلیث ہے ، مسح میں بھی ہے -

۴ - عدم کے وقت - دو قیاس ایسے ہوں کہ ایک میں علت پائی جائے ، تو حکم پایا جائے اور علت نہ پائی جائے تو حکم بھی نہ پایا جائے اس قیاس کو اس قیاس پر ترجیح ہوگی - جس میں صرف وجود کا لحاظ ہو کہ علت پائی جائے تو حکم پایا جائے ، عدم کا لحاظ نہ ہو کہ علت نہ پائی جائے تو حکم بھی نہ پایا جائے -

۵ - ترجیح بالذات ، ترجیح کی دو قسموں میں جب تعارض ہو تو بالذات کو بالوصف پر ترجیح حاصل ہوگی -

۶ - ترجیح غلبۂ اشباہ ، یعنی ان میں سے ایک کے ساتھ مشابہت کی کئی وجہیں ہیں اور دوسرے کے ساتھ مشابہت کی ایک وجہ ہے تو احکام میں کئی وجہ والی مشابہت کو ترجیح حاصل ہوگی-

۷ - ترجیح بالعموم - جب کئی وصف علت بن سکتے ہوں تو اس وصف کے علت بنانے کو ترجیح دی جائے گی، جس میں عمومیت زیادہ پائی جاتی ہو -

۸ - ترجیح بقلۃ الاوصاف ، کئی وصف علت بن سکنے کی صورت میں اس وصف کو علت بنائیں گے ، جس کے وصف کم ہوں اور اس بنا پر وہ آسانی کے ساتھ منضبط ہو سکے -

تعارض اشباہ : (Contrariety of similitudes)

تعارض اشباہ استدلال کا ایک طریقہ ہے -

تعارض اشباہ سے استدلال کا طریقہ یہ ہے -

ایک دوسرے کے خلاف اور مشابہ صورتیں پہلے سے موجود ہوں اور یہ نئی صورت ہر ایک کے ساتھ شامل کی جا سکتی ہو تو یہ دشواری پیش آتی ہے کہ کس کے ساتھ شامل کیا جائے اور کس کے ساتھ نہ کیا جائے - مثلاً ہاتھ میں کہنیوں تک دھونے کا مسئلہ ہے- امام زفرؒ کہتے ہیں کہ بعض غایتیں مُغیّا (جس کی غایت بیان کی گئی ہو) میں داخل ہوتی ہیں ، جیسے قَرأتُ الکتاب من اولہ الی آخرہ (اول سے آخر تک میں نے کتاب پڑھی) ، ظاہر ہے کہ آخری حصہ بھی پڑھنے میں داخل ہے -

اور بعض غایتیں مُغیّا (جس کی غایت بیان کی گئی ہے) میں داخل نہیں ہوتیں ، جیسے (روزہ رات تک پورا کرو) کا حکم ہے کہ : یہاں رات روزہ کی حد میں داخل نہیں ہے - ان دو صورتوں میں وایدیکم الی المرافق (اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھو لو) میں شبہ ہو گیا کہ کہنیوں کو دھونے میں شامل کیا جائے ، یا نہیں اور شبہ سے چونکہ کوئی بات ثابت نہیں ہوتی ، اس بنا پر کہنیاں دھونے میں شامل نہ ہوں گی - امام ابو حنیفہ اس استدلال کو نہیں مانتے ، ان کے نزدیک کہنیاں دھونا ضروری ہے ، اس کے بغیر وضو نہ ہوگا ، کیونکہ یہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے -

(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ۲۳۹)

تعامل : (Practice)

(خرید و فروخت اور دوسرے معاملات میں لوگوں کی عادت کا نام تعامل ہے) -

کوئی کام جب کسی جماعت یا معاشرہ میں ہونے لگے تو وہ تعامل کی صورت میں ہے، یہ تعامل جب ایک جماعت یا گروہ افراد یا خاندان کے لوگوں میں پختگی حاصل کر لے تو عادت ہے اور جب پوری سوسائٹی کے لوگ اس کو عادتاً اختیار کر لیں ، تو عرف ہے - یہ فرق تقریباً اس فرق سے ملتا جلتا ہے ، جو سامن نے (Custom) اور (Usage) کے درمیان بیان کیا ہے -

(تعامل عادت اور عرف)

تعامل اہل مدینہ : (Practice of the people of Madina)

امام مالک کا یہ مشہور اصول تھا کہ وہ فقہی احکام حاصل کرنے میں اہل مدینہ کے معمولات اور ان کے اجماع پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے کیونکہ یہ معمولات ، مدینہ کے جلیل القدر صحابہ سے منتقل ہوتے آئے تھے اس لیے وہ اہل مدینہ کے طریقوں کو قابل عمل سمجھتے تھے ، انہیں ان پر اس قدر اعتماد تھا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اس کے مقابلے میں بعض احادیث کو بھی رد کر دیتے تھے - امام مالک نے چالیس سے زیادہ ایسے مسائل بیان کیے ہیں ، جن پر اہل مدینہ کا اجماع تھا -

بعض مرتبہ کوئی عمل اہل مدینہ حدیث و نقل کی صورت میں نہیں ہوتا ۔ بلکہ وہ اجتہاد و استنباط کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے اور اس سے کسی مسئلے پر استدلال لا کر قابل ترجیح بنانے کی کوشش کی جاتی ہے جیسا کہ یہ کہا گیا ہے کہ بیع میں خیار مجلس باطل ہے اور نماز میں ایک سلام کافی ہے ، یا یہ کہ اہل مدینہ رکوع سے پہلے نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے -

یہ قسم وہ ہے جس پر اختلاف ہے ۔ چنانچہ قاضی عبدالوہاب المالکی فرماتے ہیں :

"ہمارے علماء کے اس بارے میں تین گروہ ہیں"۔

۱ - بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ شرعی حجت نہیں ہے شرعی حجت اہل مدینہ کا وہ اجماع ہے جو بطریقہ روایت منقول ہو اس طرح اس کے ذریعے ایک قسم کے اجتہاد کو دوسری قسم پر ترجیح حاصل نہیں ہو سکتی -

۲ - دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اگرچہ اس قسم کا اجتہاد شری حجت نہیں ہے تاہم ان کے اجتہاد کو دوسروں کے اجتہاد پر ترجیح دی جا سکتی ہے ، بعض شافعی علماء بھی یہی رائے رکھتے ہیں -

۳ - بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ جس طرح اہل مدینہ کا اجماع بذریعہ روایت شرعی حجت ہے ، اسی طرح اہل مدینہ کا اجماع بذریعہ اجتہاد بھی شرعی حجت بن سکتا ہے، گو اس کی مخالفت کرنا حرام نہیں ہے ، اس آخری رائے سے یہ پتا چلتا ہے کہ مدینہ کا عمل امام مالکؒ کے نزدیک تمام امت اسلامیہ کے لیے لازمی نہیں تھا ، بلکہ جب وہ کسی مسئلہ میں اہل مدینہ کا متواتر عمل دیکھتے تھے، تو اسے قابل ترجیح سمجھتے تھے اور انہوں نے کسی مقام پر ہرگز یہ نہیں کہا کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ عمل جائز نہیں ہے -

(فقہ الاسلام : ۲۵۵ ، ۲۵۸ ، ۲۵۹)

تعدیل : (Modification)

تعدیل استدلال کا ایک طریقہ ہے جو مالکی مسلک کے فقہاء نے اختیار کیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ حالات و زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ احکام میں بھی تغیر زمانہ کی رعایت ملحوظ رکھی جائے گی۔

تعریف : (Definition)

علمائے اصول کے نزدیک مفہوم کلی کی تحدید تعریف کہلاتی ہے -

تعلیق : (Suspension)

معلق کرنا کسی غیر موجود امر کو موجود پر مرتب کرنا ، ایک جملہ کے مضمون کے حصول کو دوسرے جملہ کے مضمون کے حصول سے مربوط کر دینا ۔

تعلیل : (Justification, Reasoning based on effective cause)

کسی شے کی علت بتانا ، خواہ علت تام ہو یا ناقص ۔ فقیہ کا احکام شرعیہ کی علتیں دریافت کرنا ، علت دریافت کرنے کے چھ طریقے ہیں ، پہلا طریقہ نص صریح ، یعنی خود قرآن اور سنت میں کسی حکم کی واضح الفاظ میں علت بیان کر دی گئی ہو ، یا حرف تعلیل لا کر علت کی جانب صراحتاً اشارہ کر دیا گیا ہو ، دوسرا طریقہ اجماع ہے کہ کسی حکم کی علت پر اجماع پایا جاتا ہو ، تیسرا طریقہ ہے ایماء اور تنبیہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ نص کے الفاظ سے واضح طور پر تو علت کی نشاندہی نہ ہوتی ہو ، لیکن یہ تعلیل مدلول لفظ کا لازمہ ہو ، چوتھا طریقہ یہ ہے کہ سبرو تقسیم جس کا مفہوم یہ ہے کہ اصل (حکم) کے تمام اوصاف کا جائزہ لے کر ان اوصاف کی نشاندہی کر دی جائے جو علت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور بالآخر وہ وصف باقی رہ جائے جو علت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو ۔ پانچواں طریقہ مناسبت شبہ اور طرد کا ہے ، جس کا مفہوم یہ ہے کہ وصف معلل بہ کی دو قسمیں ہیں ، اولاً ایسا وصف جس پر حکم کے مرتب ہونے کی مناسبت نمایاں ہو ، اسے مناسب کہا جاتا ہے ، یعنی حکم کسی ایسے ظاہری منضبط وصف پر مرتب ہو جس سے لازماً مکلف کی کسی مصلحت کی تکمیل ہوتی ہے کہ اسے کوئی منفعت حاصل ہو یا اس سے کوئی مضرت دور ہو ، اس کو اخالہ ، مصلحہ ، استدلال اور رعایت مقاصد سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس طریقہ استخراج کو تخریج مناط کہتے ہیں ، دوم ایسا وصف جس پر حکم کے مرتب ہونے کی مناسبت نمایاں نہ ہو ، اس کی بھی دو قسمیں ہیں ، ایک یہ کہ شارع سے

بعض احکام میں اس کا اعتبار مالوف نہ ہو ۔ اسے الوصف الطردی کہا جاتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ شارع نے بعض احکام میں اس وصف کا اعتبار کیا ہو اسے الوصف الشبہی کہا جاتا ہے ، چھٹا طریقہ تنقیح مناط ، تحقیق مناط اور دوران کا ہے ، تنقیح مناط یہ ہے کہ فرع اور اصل کے درمیان فارق کو ختم کرکے فرع کو اصل سے ملحق کر دیا جائے، محل نزاع صورت میں علت کے وجود کے اثبات کے لیے مجتہد کا اجتہاد تحقیق مناط کہلاتا ہے اور دوران ، حکم کی ایسی حالت کو کہا جاتا ہے کہ جب وصف موجود ہو تو حکم بھی پایا جائے اور جب وصف موجود نہ ہو تو حکم بھی نہ پایا جائے ۔ (الموسوعہ)

تعلیل احکام : (Justification of injunctions)

احکام شریعت کی علتیں بیان کرنا ۔ عبادات سے متعلق شریعت کے احکام کی علتیں دریافت نہیں کی جاتیں ، البتہ قوانین اور معاملات چونکہ انسانی مصالح کی تکمیل کے لیے وضع ہوئے ہیں ، اس لیے ان کی علتیں بیان کی جاتی ہیں ، علتوں کے بیان کا فائدہ یہ ہے کہ مکلفین اطمینان قلب کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہوسکیں ۔

(الموسوعہ)

تعلیل نصوص : (Justification of the text orders)

قرآن و سنت کی نصوص کی علتیں بیان کرنا ، احکام کی علتیں دریافت کرنے کے حسب ذیل طریقے ہیں ۔

۱ ۔ علت کے بیان پر مشتمل ایسی نص موجود ہو جو بلاغور و تامل علت حکم کی نشاندہی کرتی ہو ۔

۲ ۔ اجماع کی روشنی میں علت معلوم کرنا ۔

۳ ۔ خود لفظ کے مدلول سے علت دریافت کرنا ۔

۴ ۔ اصل اوصاف کا احاطہ کرنا اور ان اوصاف کا ابطال کرنا جو علت بننے کے قابل نہیں ہیں ، اس طریقے کو سبر و تقسیم کہا جاتا ہے ۔

۵ - مناسبت ، شبہ اور طرد ۔

٦ - تنقیح مناط اور تخریج مناط ۔

(الموسوعہ)

تفقہ : (Legal knowledge)

دین کا فہم ، فقہی نگاہ ، قانونی بصیرت ۔

تقلید : (Adoption of the legal opinion of a school of thought)

بغیر دلیل معلوم کیے کسی کے قول کی اتباع کرنا تقلید کہلاتا ہے ، یعنی ایک عام آدمی کا کسی مجتہد کی آراء و اقوال کی پیروی کرنا تقلید ہے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اجماع کی پیروی تقلید نہیں ہے - عمل احکام شریعت میں تقلید کے روا ہونے یا غیر درست ہونے میں اختلاف ہے ، جمہور اصولیین کی رائے یہ ہے کہ ایک عام انسان کے لیے نہ صرف یہ کہ تقلید جائز ہے ، بلکہ اس پر لازم ہے - کیونکہ تمام انسان علمی اعتبار سے مرتبہ اجتہاد کو نہیں پہنچ سکتے اس لیے ان کا کسی مجتہد فقیہ کی تقلید کرنا ضروری ہے ، خود صحابہ کرام فقہائے کرام سے فتوی لیتے اور اس پر عمل کرتے تھے اور فقہائے صحابہ ان سے یہ نہیں کہتے تھے کہ ہمارے فتاوی پر عمل کرنے کے بجائے خود درجہ اجتہاد حاصل کرو ، نیز قرآن کریم میں ہے کہ اگر تمھیں علم نہ ہو تو ان سے دریافت کرو ، جنھیں علم ہو ۔

(النحل : ۴۳)

ابن عبدالبر ، شوکانیؒ اور ابن القیم نے تقلید کو حرام قرار دیا ہے ، لیکن ابن القیم نے ایک مقام پر وضاحت کی ہے کہ جو تقلید ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ کسی مجتہد کے اقوال کو اس طرح سمجھ کر ان کی اتباع کرنا جیسے وہ خود قرآن و سنت کی نصوص کے درجے میں ہیں اور مجتہد کے اقوال کے سامنے قرآن و سنت کی نصوص

کو بھی نظر انداز کر دینا ، یہ تقلید بلا شبہ نا جائز ہے اور اس کے ممنوع ہونے پر امت کا اجماع ہے -

ابن القیمؒ اور شوکانی نے اجتہاد اور تقلید کے درمیان ایک اور مرتبہ بیان کیا ہے یعنی مرتبہ اتباع ، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مجتہد کے قول کی دلیل جانتے ہوئے اس کی اتباع کی جائے ، جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا قول ہے کہ ہمارے قول کی اتباع اس وقت تک درست نہیں ہے جب تک اتباع کرنے والا اس کی دلیل معلوم نہ کر لے -

غرض ابن القیمؒ کی رائے یہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کے لیے تقلید روا اور درست ہے بلکہ اس شخص کے لیے بھی بعض حالات میں تقلید درست ہے جو اجتہاد کی صلاحیت رکھتا ہو ، لیکن کسی خاص مسئلہ میں وقت کی کمیابی کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے اجتہاد نہ کر سکے ، تو کسی اور فقیہ کی رائے پر عمل بھی کر سکتا ہے ، چنانچہ بعض اوقات امام احمدؒ امام شافعی کی رائے کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا جس کے بارے میں مجھے حدیث کا علم نہیں تھا ، تو میں نے امام شافعی کی رائے پر فتویٰ دیا -

(الموسوعہ)

تقیید : (Stipulation)

قید لگانا ، کسی لفظ کے عموم کو کسی وصف یا ظرف یا شرط کے تحت محدود کر دینا -

تکلیف : (Commissioning)

مکلف بنانا ، ذمہ داری عائد کرنا ، بندوں کا اللہ کے احکام کا مخاطب ہونا ، تکلیف ہے - اللہ سبحانہ نے انسانوں کو مکلف قرار دینے کا یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ قوت و طاقت سے زیادہ کسی کو مکلف قرار نہیں دیا جاتا -

تلازم : (Binding)

تلازم سے مراد تلازم بین الحکمین ہے ، یعنی کسی خاص علت کے بغیر ایک حکم کو دوسرے حکم کے ساتھ وابستہ کرنا ، اس تلازم کی چار صورتیں ہیں :-

(الف) یہ تعلق دو مثبت جملہ قضیہ میں ہو اس طرح کہ ان دونوں میں مساوات کی نسبت ہو اور ایک دوسرے کے واسطے لازم ہوں ، مثلاً یہ کہ جو شخص طلاق دینے کا مجاز ہے وہ ظہار بھی کر سکتا ہے -

(ب) یہ تعلق دو منفی قضیہ میں ہو جیسے تیمم نیت کے بغیر جائز نہیں اس لیے وضو بھی نیت کے بغیر جائز نہ ہوگا ، کیونکہ تیمم بعض صورتوں میں وضو کے قائم مقام بنتا ہے -

(ج) پہلا مثبت اور دوسرا منفی قضیہ ہو - طریق استدلال یہ ہو کہ جو بات جائز ہے وہ ممنوع یا حرام نہیں ہو سکتی -

(د) پہلا منفی اور دوسرا مثبت قضیہ ہو - جیسے یہ طریقہ کہ جو جائز نہیں وہ ممنوع ہے ، امام مالک اور امام شافعی نے مذکورہ طریق استدلال سے کافی کام لیا ہے -

(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ، ۲۳۶)

تنقیح مناط : (Tanqeeh-e-Manat)

تنقیح مناط یہ ہے کہ حکم کی علت موجود ہو لیکن اس مجموعہ اوصاف سے مستفاد ہوتی ہو جس پر حکم مشتمل ہو اور مجتہد ان میں کسی ایسے وصف کو بطور علت اخذ کر لے جس میں علت بننے کی صلاحیت ہو -

---

(ج)

جواز : (Permissibility)

کسی امر کا جائز ہونا ، جواز کے لفظ کا پانچ معنی پر اطلاق ہوتا ہے -

۱ - مباح -

۲ - وہ امر جو از روئے شریعت ممنوع نہ ہو -

۳ - جو امر از روئے عقل ممنوع نہ ہو -

۴ - جس میں دونوں پہلو برابر ہوں -

۵ - اور جس کے حکم میں شک ہو -

بعض فقہاء کے نزدیک جواز کا لفظ اباحت سے عام اور مطلق ہے اور بعض کے نزدیک مترادف ہے -

(مسلم الثبوت ۱/۱۰۳)

(ح)

حاجیات : (Necessities)

ایسے امور جن کی تکمیل کی حاجت ہے اور اگر ان کی تکمیل نہ ہو تو ایک نوع کا حرج اور شقت پیدا ہو -

(الموافقات ۲/۱۰)

حاکم : (Commander)

حکم دینے والا ، یعنی اللہ سبحانہ ، شریعت دینی قانون ہے جو اللہ سبحانہ نے بذریعہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نازل کیا ہے - اس لیے اللہ ہی حاکم ہے -

حجیت اجماع : (Authenticity of consensus)

نظام معتزلی ، بعض خوارج اور امامیہ حضرات کی یہ رائے ہے کہ اجماع دلیل شرعی نہیں بن سکتا ، البتہ اگر اجماع کی محفل میں کسی خاص مستند دلیل شرعی کی بناء پر فیصلہ کیا جائے تو اس مستند دلیل کو حجت تسلیم کیا جا سکتا ہے - لیکن اگر کسی مستند دلیل کے بغیر اجماع ہو جائے تو وہ قابل قبول نہیں ہے ، جہاں تک امامیہ شیعہ فرقہ کا تعلق ہے وہ اسے قطعی طور پر شرعی اصول تسلیم نہیں کرتے کیونکہ ان کے مذاہب کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ان کے ائمہ معصوم ہیں اور ان کی رائے شارع کی رائے کے برابر ہے ، لہٰذا جو لوگ شیعوں کے امام نہ ہوں ، ان کے قول کو وہ تسلیم نہیں کرتے -

ہمارے جمہور علماء کا یہ مسلک ہے کہ اجماع شرعی حجت ہے اور اس کے ذریعے شرعی احکام و قوانین ثابت کیے جا سکتے ہیں اور یہ بھی شریعت کا ایک بنیادی اصول ہے ، لہٰذا اگر کوئی

مسئلہ کتاب و سنت میں موجود نہ ہو اور اس کے بارے میں علماء سلف کا کوئی ایسا فتویٰ مل جائے جس کی کسی نے مخالفت نہ کی ہو تو تمام فقہاء کرام اسے شرعی دلیل کی حیثیت سے اس طرح تسلیم کرتے ہیں جس طرح انہوں نے حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ اور کتاب و سنت کے احکام کو تسلیم کیا ہے ، (اجماع کا ثبوت مندرجہ ذیل احادیث و روایات سے ثابت ہوتا ہے) -

۱ - لغوی نے میمون بن مہران کی اس روایت کا ذکر کیا ہے ، حضرت ابوبکرؓ کے سامنے جب مقدمات پیش ہوتے تھے تو ان کے فیصلے کے لیے وہ کتاب اللہ کا مطالعہ کرتے تھے ، اگر وہاں کوئی حکم مل جاتا تھا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اور اگر کتاب اللہ میں کوئی حکم نہیں ملتا تھا اور اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث معلوم ہو جاتی تھی ، تو وہ اس کے مطابق فیصلہ صادر فرماتے تھے ، لیکن اگر وہاں بھی کوئی مسئلہ نہیں ملتا تھا تو آپ مسلمانوں سے پوچھتے کہ میرے سامنے یہ معاملہ در پیش ہے ، کیا تمہیں اس کے بارے میں رسول اللہ کی کوئی حدیث معلوم ہے ، اس سوال کے جواب میں بعض اوقات سب مل کر رسول اللہ کی کوئی حدیث بیان کرتے تھے ، مگر بعض دفعہ کوئی حدیث نہیں ملتی تھی تو آپ بہترین اہل علم اور اہل رائے کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے تھے - جب وہ کسی بات پر اتفاق کر لیتے تھے تو حضرت ابوبکرؓ اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے -

حضرت عمرؓ کا بھی یہی طریقہ تھا- جب انہیں قرآن و سنت میں کوئی مسئلہ نہیں ملتا تھا تو وہ پوچھتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں کیا فیصلہ کیا تھا ، اگر ان کا کوئی فیصلہ معلوم ہو جاتا تو اس پر عمل کرتے تھے ، ورنہ یہ بھی مسلمانوں کے سرکردہ علماء کو جمع کر کے ان کی متفقہ رائے معلوم کرتے تھے اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے -

مذکورہ بالا مفہوم کے مطابق اجماع صحابہ کے زمانے میں ممکن تھا ، کیونکہ اس زمانے میں مجتہدین کی تعداد بہت تھوڑی تھی ، اس لیے ان سے مشورہ لے کر ان کی متفقہ رائے معلوم ہو سکتی تھی ۔

حضرت سعید بن المسیب حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے عرض کیا — یا رسول اللہ بعض دفعہ ہمارے سامنے ایسا معاملہ پیش ہوتا ہے جس کا ذکر کتاب و سنت میں موجود نہیں ہوتا ، آپ نے فرمایا — ایسی صورت میں عالم اور عابد مسلمانوں کو جمع کرو اور اس معاملے کو ان کے سامنے مشورہ کے لیے پیش کرو اور کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو ۔

حرام : (Unlawful)

حرام وہ فعل ہے جس کے کرنے سے شارع نے بطور لزوم منع کر دیا ہو ۔ جمہور فقہاء کے نزدیک حرمت دلیل قطعی اور دلیل ظنی دونوں سے ثابت ہو جاتی ہے ، یعنی تحریم غیر متواتر اور غیر مشہور حدیث اور اخبار احاد سے بھی ثابت ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ ظنی دلیل اگرچہ اعتقادی معاملہ میں حجت نہیں ہے لیکن عمل میں حجت ہے ، حنفی فقہاء کے نزدیک تحریم کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل قطعی ضروری ہے ، جس میں کوئی شبہ نہ ہو ۔

تحریم کی اساس یہ ہے کہ جس شے کو شریعت نے حرام قرار دیا ہو وہ بغیر کسی شک و شبہ کے انسان کے لیے باعث مضرت ہو ، چنانچہ شریعت نے جس شے کو حرام قرار دیا ہے اس میں لازماً مضرت کا غالب پہلو موجود ہے اور شریعت نے جس شے کو مباح قرار دیا ہے اس میں غالب پہلو منفعت کا موجود ہے ، اس بناء پر حرام کی دو قسمیں کی جاتی ہیں ، حرام لذاتہ ، یعنی ایسا حرام جس کی ذات مضرت کی حامل ہو اور حرام لغیرہ ، جس میں مضرت کا پہلو کسی اور وجہ سے موجود ہو ۔

حرام لذاتہ : (Unlawful by itself)

وہ شے جو اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہو ، ایسی شے کو محرم لذاتہ بھی کہا جاتا ہے ۔ دراصل شریعت نے ضروریات کا تحفظ لازمی قرار دیا ہے ، یہ امور خمسہ یہ ہیں ، نفس ، عقل ، نسل ، مال اور دین ۔ جو شے یا فعل ان پانچ امور میں سے کسی امر کو نقصان پہنچانے والی ہو وہ ازروئے شریعت حرام لذاتہ ہوگی ۔

حرام لغیرہ : (Unlawful by any other reason)

ایسا فعل یا شے جس میں شریعت کی ممانعت خود اس شے یا فعل کی ذات کی بناء پر نہ ہو بلکہ اس لیے ہو کہ وہ شے یا فعل محرم ذاتی کی جانب لے جانے والا ہو ، مثلاً اجنبی عورت کی جانب دیکھنا ، اس لیے حرام ہے کہ وہ بدکاری کا ذریعہ بن سکتا ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھوپھی اور چچی کے بعد اس کی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ یہ قطع رحمی کا ذریعہ بنے گا ، اور قطع رحمی لذاتہ حرام ہے ۔

حرام لغیرہ کی تحریم کبھی کسی عارضی امر کی بناء پر بھی ہوتی ہے ، مثلاً منصوبہ زمین میں نماز ، اور اذانِ جمعہ کے بعد خرید و فروخت ۔

حقیقت : (Fact)

حقیقت وہ لفظ ہے جو کسی شے کے مقابلہ میں وضع کیا گیا ہو، تاکہ اس پر بلا قرینہ دلالت کر سکے ، جیسا کہ لفظ اسد ایک خاص شکل و صورت کے درندے کے لیے وضع کیا گیا ہے کہ جب بھی یہ لفظ بولا جائے گا بلا کسی قرینہ کے اس حیوان خاص پر دلالت کرے گا ۔ معلوم ہوا کہ اس لفظ کے حقیقی معنی یہ ہیں ، اسی کو حقیقت سے تعبیر کیا جاتا ہے ، لیکن حقیقت کی تین قسمیں ہیں :-

حقیقت لغویہ : اسے حقیقت وضعیہ بھی کہا جاتا ہے ، یعنی اگر واضع لغت کسی لفظ کو کسی شے کے مقابلہ میں وضع کرے تو وہ حقیقت لغویہ ہوگی ، جیسے اسد کہ اسے واضع لغت نے ایک مخصوص جانور کے لیے وضع کیا ہے ، یا جیسے انسان کہ واضع لغت نے اسے حیوانِ ناطق کے لیے وضع کیا ہے -

حقیقت شرعیہ : لیکن اگر اس لفظ کا واضع شریعت ہے ، تو اسے حقیقت شرعیہ کہیں گے ، چاہے لغتاً اس کے کچھ دوسرے معنی مراد ہوں - مثلاً لفظ صلاۃ کہ لغت میں بمعنی دعاؤ رحمت آتا ہے، لیکن شریعت نے اسے ایک مخصوص عبادت کے لیے وضع کیا ہے ، تو اسے حقیقت شرعیہ کہیں گے -

حقیقت عرفیہ : اور اگر اس لفظ کا واضع عرف ہے تو اسے حقیقت عرفیہ کہیں گے - پھر حقیقت عرفیہ کی دو قسمیں ہیں :

عرفیہ عام : کہ عرف عام نے اس لفظ کے کوئی خاص معنی مراد لے لیے ہیں - مثلاً دابہ کہ لغت میں اس کے معنی زمین پر چلنے والا جانور ہے ، لیکن عرف عام میں اس کے معنی بغیر پاؤں کا جانور ہیں ، تو یہ عرف ، عرف عام ہے -

عرفیہ خاص : جیسے کسی خاص طبقے نے خاص لفظ کے لیے وضع کیا ہو - مثلاً فعل ، اسم ، حرف ، اصطلاح نحو میں ایک خاص معنی رکھتے ہیں ، اسی طرح دیگر تمام فنون کی اصطلاحات ہیں کہ ان سے اس فن میں ایک خاص معنی مراد ہوتے ہیں اور یہ بہت عام ہے کہ جس سے نہ کوئی فن خالی ہے اور نہ کوئی محکمہ -

حقیقت کی تین قسمیں ہیں :

متعذرہ ، مہجورہ ، مستعملہ -

ان تین اقسام میں حصر کی وجہ یہ ہے کہ معنی حقیقی دو حال سے خالی نہیں ، یا معنی حقیقی مستعمل ہوں گے ، یا ان کا استعمال

ترک ہو چکا ہوگا - استعمال کی صورت میں یہ معنی حقیقت مستعملہ کہلائیں گے - پھر ترک استعمال کی دو صورتیں ہوں گی - یا معنی حقیقی مراد لینا ممتنع و محال ہوگا - خواہ وہ امتناع عادی ہو یا تعذر و تعسر کی بنا پر ممتنع ہو ، اگر ممتنع اور محال ہے تو حقیقت متعذرہ کہیں گے -

اور اگر اس کا استعمال ممتنع نہیں بلکہ کم یاب ہوگیا ہے ، تو حقیقت مہجورہ سے تعبیر کیا جائے گا -

پھر حقیقت مستعملہ کی دو قسمیں ہیں ، یا اس کے مقابل مجاز متعارف ہوگا یا نہیں - متعذرہ اور مہجورہ میں بالاتفاق مجاز اولیٰ ہوگا اور مستعملہ کی دونوں صورتوں میں سے اگر اس کے مقابل مجاز متعارف کا وجود نہیں تو بالاتفاق حقیقت اولیٰ ہے اور اگر اس کے مد مقابل مجاز متعارف موجود ہے لیکن معنی حقیقی شاذ و نادر مستعمل ہوں تو اس صورت میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ حقیقت کو ترجیح دیتے ہیں اور صاحبین اس صورت میں مجاز کو اختیار کرتے ہیں -

حکم : (Order)

جس امر کے بارے میں نص وارد ہو ، یا اجماع موجود ہو -

حکم الاصل : (Original order)

یعنی وہ حکم شرعی جو بصورت نص اصل کی بابت وارد ہوا ہو، وہی آگے چل کر فرع کا بھی حکم بن جاتا ہے -

حکم تکلیفی : (Commissioning order)

شارع کے جس حکم میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ ہو یا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو ، یعنی حکم شرعی اقتضاء یا تخییر پر مشتمل ہو تو ایسے حکم کو حکم تکلیفی کہا جاتا ہے - مطالبہ (طلب) کی حقیقت لزوم کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے ، اسی طرح نہ کرنے کے مطالبہ (کف) کی کیفیت لازم کی بھی ہوتی ہے اور غیر لازم کی بھی، اگر مطالبہ فعل لازم ہو تو واجب

(فرض) ہے ، ورنہ مندوب (مستحب) ہے ، اسی طرح عدم فعل کا مطالبہ لازم ہو تو حرام ہے اور اگر لازم نہ ہو تو مکروہ ہے- اور تخییر کی صورت میں مباح ہے ، اس طرح حکم تکلیفی کی پانچ اقسام ہو گئیں :

واجب ، مندوب ، حرام ، مکروہ اور مباح -

حکم شرعی : (Legal order)

حکم شرعی کی معرفت فقہ اور اصول فقہ دونوں کا ماحصل ہے ، فرق یہ ہے کہ اصول فقہ ، مصادر شریعت اور طرق استنباط کو مد نظر رکھتا ہے اور فقہ ان اصولوں کی روشنی میں بالفعل احکام کا استنباط کرتا ہے -

ابن الحاجب نے حکم شرعی کی یہ تعریف کی ہے کہ "مکلفین کے افعال سے متعلق بطریق اقتضاء ، تخییر اور وضع شارع کا خطاب حکم ہے" - شارع کے خطاب سے مراد انسانوں کے کسی فعل کو حرام ، مکروہ ، مباح اور مطلوب اور صحیح اور باطل وغیرہ قرار دینا ہے - اقتضاء کے معنی کسی فعل کے کرنے کا مطالبہ کرنا ہے ، تخییر سے مراد شارع کا مکلف کو یہ اختیار دینا ہے کہ وہ فلاں فعل کو چاہے کرے اور چاہے نہ کرے - وضع کے معنی یہ ہیں کہ شارع مکلفین سے متعلق دو امور میں ربط پیدا کر دے ، جیسے وفات اور وراثت میں ارتباط کہ ایک شخص کی وفات دوسرے کے میراث پانے کا سبب ہے، یا شارع کا دو امور میں اس طرح ربط پیدا کرنا کہ ان میں سے ایک دوسرے کے لیے شرط قرار پائے کہ ایک کے وجود پر دوسرے کے آثار کا مرتب ہونا موقوف ہو جائے ، جیسے نماز کے لیے وضو کی شرط اور جیسے نکاح کے لیے گواہوں کی شرط -

حکم شرعی کی دو قسمیں ہیں :

(۱) حکم تکلیفی -

(۲) حکم وضعی -

حکم مسکوت : (Order derived from the reticence of the lawgiver)

ایسا مسئلہ جس کے حکم کے بارے میں قرآن و سنت نے سکوت اختیار کیا ہو اور کوئی حکم بیان نہ کیا ہو۔

حکم منطوق : (Decree)

ایسا حکم جس کو قرآن و سنت نے بیان کر دیا ہو۔

حکم وضعی : (An order relating to situation)

شریعت کا ایسا حکم جس میں شارع نے دو امور کے درمیان سبب کا ارتباط پیدا کر دیا ہو، یا ایک امر کو دوسرے امر کی شرط قرار دے دیا ہو۔ یا ایک امر کو دوسرے کا مانع قرار دے دیا ہو۔

حکمت : (Reasoning)

افضل اور بہترین چیز حکم کے ذریعہ جاننا حکمت ہے۔
(لسان العرب)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حکمت اور علم نور ہیں، جنھیں اللہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ علم اور عقل کے ذریعہ حق تک پہنچنا حکمت کہلاتا ہے۔

(خ)

خاص : (Particular)

لفظ خاص وہ ہے جو کسی فرد واحد کی ذات پر دلالت کرے جیسے محمد ، یا نوع کے کسی واحد پر دلالت ہو، جیسے رجل (مرد) یا متعدد افراد پر دلالت ہو جیسے ثلاثہ (تین) عشرہ (دس) مائۃ (سو) قوم (قوم) رہط (گروہ) جمع (جماعت) فریق (ٹولی) اور اسی قسم کے دیگر الفاظ جو متعدد افراد پر دلالت توکرتے ہیں مگر ان کی دلالت اس طرح نہیں ہوتی کہ تمام افراد ان میں شامل ہوں -

جب نص شرعی میں کوئی لفظ عام وارد ہو اور اس کی تخصیص پر کوئی دلیل موجود نہ ہو تو اسے اس کے عموم پر ہی محمول کیا جائے ، کیونکہ لغۃً وہ اسی عمومیت کے لیے وضع کیا گیا ہے اور کوئی ایسی دلیل بھی موجود نہیں ہے جو اس کی اس عمومیت کو ختم کر دے - اس نص سے جو حکم ثابت ہوگا وہ اس عام کے تمام افراد کے لیے ظنی نہیں بلکہ قطعی ہوگا - اس لیے کہ اطلاق کی صورت میں لفظ کے معنی قطعی ہوتے ہیں اور یہی اس اصولی قاعدے کے معنی ہیں :

”وہ عام جس کی تخصیص نہیں ہوتی وہ اپنے تمام افراد کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے“-

اگر عام کی تخصیص پر دلیل قائم ہو جائے تو اس کو باقی ماندہ افراد پر محمول کرنا لازمی ہے اور تخصیص کے بعد اس نص کا حکم باقی افراد کے لیے قطعی نہیں بلکہ ظنی ہوگا کیونکہ عام کی تخصیص کرنے والی نص آ جانے کے بعد افراد کے ساتھ ایک علت تخصیص وابستہ ہوگی (اور وہ عام کے حکم سے خارج ہوگی) اور جب عام

کے کچھ افراد میں تعلیل ہوگئی تو اس تخصیص کے بعد اس عام کے دیگر افراد میں تخصیص ہو سکتی ہے ، گویا پہلی تخصیص نے عام کے باقی ماندہ تمام افراد کو تخصیص کا محتمل قرار دے دیا اور اس احتمال کی بنا پر دلالت قطعی نہیں رہی ، جیسے اللہ سبحانہ کا یہ ارشاد ہے :

واحل لکم ماوراء ذالکم ۔

(النساء : ۲۴)

(اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں) ۔

خاص تین اقسام پر منقسم ہے :

(۱) خصوص جنس ۔

(۲) خصوص نوع ۔

(۳) خصوص فرد ۔

خصوص جنس کے معنی یہ ہیں کہ معنی کے لحاظ سے جنس خاص ہو ، اگرچہ اس کے افراد متعدد ہوں ، جیسے انسان کہ اس کا مفہوم حیوان ناطق ہے اور اس کے معنی واحد ہیں، جس سے حیوان کی دیگر اقسام خارج ہیں ۔

خصوص نوع کا مقصود یہ ہے کہ باعتبار معنی کے اس کی نوع خاص ہو ، اگرچہ اس کے افراد متعدد ہوں مثلاً "رجل" کہ یہ صرف ان مردوں کے لیے ہے جو بچپن سے گزر کر جوانی کی حدود میں داخل ہو چکے ہوں اور یہ مفہوم خاص ہے ، کیونکہ اس کی حدود سے صنف نازک اور نابالغ بچے خارج ہیں ، اگرچہ اس کے افراد متعدد ہیں ۔

خصوص فرد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار معنی اس کا مدلول بھی واحد اور خارج میں بھی اس کا ایک ہی فرد پایا جاتا ہو جیسے زید، اور اسی باعث اس کو اخص الخواص سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

خبائث : (Bad things)

خبائث ، خبیث کی جمع ہے ، ایسی شے جسے طبیعت سلیمہ خبیث اور گندی محسوس کرے ۔

خبر : (News)

ایسا کلام ہے جس میں صدق اور کذب کا احتمال ہو ۔

خفی : (Hidden)

خفی اصول فقہ کی اصطلاح میں وہ ہوتا ہے جس کا لفظ اپنے ظاہری معنی پر دلالت تو کرتا ہو مگر اس کے معنی کے کچھ افراد پر منطبق ہونے میں ایسی پیچیدگی اور خفاء ہو کہ جس فرد میں یہ خفاء ہے ، اس میں یا تو کوئی صفت باقی تمام افراد سے زائد ہے ، یا باقی افراد سے کوئی وصف کم ہے اور اس فرد کا اپنا مخصوص نام بھی ہے ۔ وصف کی کمی یا زیادتی اور نام کی جدا گانہ نوعیت کی بنا پر اس فرد میں اشتباہ پیدا ہوگیا اور اس فرد کی نسبت سے نص کا لفظ خفی ہو گیا ۔ جیسے لفظ سارق (چور) ہر اس شخص پر منطبق ہے ، جو پوشیدہ طور پر کسی دوسرے کا مال ، اس کی حفاظت سے نکال لے ۔ کیونکہ سرقہ (چوری) کی تعریف یہی ہے کہ دوسرے کا مال اس کی محفوظ جگہ سے چھپا کر لے لینا ۔ اب سارق کے لفظ کو جیب کترے پر منطبق کرنے میں ایک قسم کا خفاء اور پیچیدگی ہے ۔ کیونکہ جیب کترا اپنے ہاتھ کی صفائی سے لوگوں سے نظریں بچا کر چوکنے اور جاگتے ہوئے انسان سے رقم حاصل کر لیتا ہے ۔ اس جیب کترے میں جرأت کا وصف سارق سے زیادہ ہوگیا ، اس لیے اس کو چور کے بجائے ایک علیٰحدہ نام سے پکارا گیا ۔ اسی طرح کفن چور کی مثال ہے کیونکہ کفن چور وہ شے چراتا ہے جو کسی کی بھی ملکیت نہیں ہے ، (بعض اصحاب کی رائے کے مطابق) یا غیر محفوظ جگہ سے چراتا ہے ، (دیگر حضرات کی رائے کے مطابق) ،

غرض لفظ سارق جیب کترے اور کفن چور کے لحاظ سے خفی سمجھا جائے گا اور اس خفاء کے ازالے کا ذریعہ بحث و اجتہاد ہے ۔

اگر فقیہ یہ خیال کرے کہ لفظ سارق اپنے مفہوم دلالت سے جیب کترے اور کفن چور دونوں پر مشتمل ہے تو انہیں لفظ سارق کے مترادف قرار دے کر ان پر بھی سارق کا حکم عائد کر دیا جائے گا اور اگر فقیہ یہ سمجھے کہ ان دونوں پر لفظ سارق کا اطلاق دلالت کے کسی بھی طریقے سے نہیں ہوتا ، تو ان دونوں پر سرقہ کا حکم منطبق نہیں ہو گا ان دونوں صورتوں میں جو نتیجہ سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ مجتہدین نے بالاتفاق جیب کترے کو سارق قرار دیا ہے ، مگر کفن چور کوسارق قرار دینے میں ان کے درمیان اختلاف باقی رہا ہے -

(د)

دلالت سیاق الکلام : (Indication of sequence)

ترک حقیقت کی تیسری قسم دلالت سیاق الکلام ہے یعنی کلام میں اس قسم کا قرینہ موجود ہو جس سے معنی حقیقی کو ترک کرنا لازم ہو لیکن شرط یہ ہے کہ قرینہ لفظی ہو ، چاہے کلام سے قبل ہو یا بعد میں - مثلاً ایک مسلم ایک حربی سے کہتا ہے کہ "نیچے اُتر آ" تو اگر وہ نیچے اتر آیا تو وہ مامون ہوگا لیکن اگر یہ مسلم اس سے یہ کہے کہ "اگر تو مرد ہے ہے تو نیچے آتر ، تو اس صورت ثانیہ میں اسے امن حاصل نہ ہوگا کیونکہ عرف میں اس جملے سے امن مراد نہیں ہوتا بلکہ جملہ سے دعوت مبارزت مراد لی جاتی ہے -

"انما الصدقات للفقراء" -

(یقیناً صدقات غرباء کے لیے ہیں)

اس آیت میں مصارف زکٰوۃ بیان کیے گئے ہیں - أئمہ اربعہ میں سے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جتنے مصارف بیان کیے گئے ہیں ان میں سے کم از کم ہر قسم کے تین افراد کو زکٰوۃ تقسیم کرنا ضروری ہے جیسا کہ لام استحقاق سے ظاہر ہوتا ہے -

لیکن امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ معنی حقیقی تو یہی ہیں مگر سیاق کلام کی بنا پر یہ معنی ترک کر دیے گئے ہیں اس لیے کہ اس آیت سے قبل منافقین کا ذکر ہے جو اموال صدقات و زکٰوۃ کے خواہاں ہوتے تھے اور جب انہیں صدقات نہ دیے جاتے تو طرح طرح کے الزامات تراشتے جیسا کہ اس سے قبل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طریقہ کا ذکر فرمایا ہے :

(اور ان میں سے بعض لوگ صدقات کے وقت آپ کو چمٹ جاتے ہیں ، اگر اس صدقہ میں سے انہیں کچھ دے دیا جاتا تو وہ راضی ہو جاتے اور اگر کچھ نہیں دیا جاتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں) ۔

تو اس آیت میں ان کی امید و خواہش کو منقطع کیا گیا ہے ، اصل مقصود خداوندی یہ نہیں ہے کہ فلاں فلاں اشخاص کو صدقہ ادا کرو ، بلکہ مقصود اصلی منافقین کو اس مد سے خارج کرنا ہے۔

ترک حقیقت کی چوتھی قسم دلالۃ المتکلم ہے ۔ یعنی متکلم کا اپنے کلام میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کی بنا پر ترک حقیقت لازم ہو جائے ۔ مثلاً

"فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر"۔

(جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے) ۔

اس آیت میں ایمان لانے اور کفر کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے صیغۂ امر استعمال فرمایا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے ، تو اس آیت کے حقیقی معنی اس پر دال ہیں کہ کفر ضرور کرو ، لیکن متکلم کی جانب سے جو دلالت ہے ، وہ یہ ثابت کرتی ہے کہ یہاں امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ اختیار دینے کے لیے ہے ، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور کفر ایک قبیح شے ہے اور حکیم قبیح شے کا حکیم نہیں دیتا ۔

دلالۃ العرف : (Indication of custom)

دلالۃ العرف ، یعنی عرف عام میں ایک لفظ مستعمل ہوتا ہے ، تو جو اس لفظ سے عرف میں مفہوم سمجھا جاتا ہے وہی متکلم کے کلام میں مراد ہوگا ، خلاف عرف اس لفظ کا مطلب مراد نہیں ہوگا بلکہ اس کے ظاہری معنی وہی متصور ہوں گے ، جن پر دلالت کرتا ہو اور عرف ہی کے مطابق حکم کا نفاذ ہوگا ۔ خواہ یہ عرف تمام انسانوں کے درمیان ہو یا ایک خاص طبقہ اور جماعت کے درمیان ۔

مثلاً اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ سری نہیں خریدے گا ، تو عرف عام میں سری کا اطلاق چوپایوں کی سری ہوتا ہے ، اگرچہ کبوتر ، چڑیا وغیرہ کا بھی سر ہوتا ہے ، لیکن ان کا سر مراد نہ ہوگا اور وہ حانث نہ ہوگا ، کیونکہ یہ خلاف عرف ہے ۔

دلالۃ الکلام : (Context of speech)

دلالۃ الکلام یعنی کلام میں خود ایسی دلالت موجود ہو کہ جس کی بنا پر حقیقت کو ترک کرنا اور بعض افراد کو حقیقت سے خارج کرنا ضروری ہو ۔

مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور موجود کے معنی ہر اس شے کے ہو سکتے ہیں جو کلام سے وجود میں آئی ہو ، خواہ اس کا موجود ہونا اولیت کی بنا پر ہو یا غیر اولیت کی بنا پر لیکن اس میں چونکہ وجود کی نسبت خدا تعالیٰ کے ساتھ کی گئی ہے تو اس سے وہ وجود مراد ہوگا جو ہمیشہ سے موجود ہو اور جس کے لیے زوال نہ ہو تو اس سے وہ ہر موجود شے خارج ہوگئی ، جو عدم سے وجود میں آئے ۔ کیونکہ عدم سے وجود میں آنا ایک ضعف و نقصان ہے اور خدا تعالیٰ ضعف و نقصان سے منزہ ہے ، تو جہاں بھی اس قسم کی دلالت ہوگی ، یہی معنی مراد ہوں گے ۔

دلالت محل الکلام : (Actual indication of speech)

ترک حقیقت کی پانچویں قسم دلالت محل کلام ہے ، یعنی جس شے کے ساتھ کلام کا تعلق ہے وہ شے اس کلام کے حقیقی معنی کو قبول نہیں کرتی ۔ اس قبول نہ کرنے کا چاہے باعث کچھ بھی ہو ، ایسے مواقع پر بھی حقیقت کو ترک کرکے مجاز کو قبول کیا جائے گا ۔ مثلاً کوئی شخص کسی آزاد عورت سے کہے کہ میں نے تجھے خریدا یا میں نے تجھے فلاں کو ہبہ کیا، یا میں نے تجھے اپنی ملکیت میں لے لیا تو یہاں حقیقی مفہوم کے بجائے مجازی معنی یعنی نکاح مقصود ہوں گے ۔کیونکہ آزاد عورت بیع، ہبہ ، تملیک اور صدقہ وغیرہ کی

صلاحیت نہیں رکھتی لیکن نکاح کی صلاحیت رکھتی ہے ، اس لیے وہ نکاح متصور ہوگا ۔

دلالۃ النص اسے کہتے ہیں جس کے ذریعے حکم منصوص علیہ کی علت معلوم ہو اور یہ علت لغتاً ظاہر ہو رہی ہو ۔ یعنی ہر عالم لغت جسے بغیر اجتہاد و قیاس کے معلوم کر سکتا ہو چاہے وہ عالم فقیہ ہو یا غیر فقیہ اور یہ قید اس لیے لگائی گئی ہے تا کہ اس کے حکم سے اقتضاء النص اور کلام محذوف خارج ہو جائے کہ اس میں علت شریعت یا عقل کی بنا پر مانی جاتی ہے ، نہ کہ لغت کے باعث اور ہم نے اجتہاد و قیاس کی شرط اس لیے لاحق کی کہ یہ علت صرف استنباط و قیاس سے معلوم ہوتی ہے ، جسے ہر شخص انجام نہیں دے سکتا ۔ بلکہ صرف فقیہ انجام دے سکتا ہے ، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے :

”وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احد ہما اوکلٰہما فلا تقل لہما اف ولا تنہر ہما و قل لہما قولا کریما“۔

(اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو ، جب تیرے سامنے وہ دونوں یا ان میں سے ایک بڑھاپے کو پہنچے تو ان کے سامنے اف بھی نہ کرو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے نرم بات کہو)۔

تو ایک لغت کا جاننے والا فوراً سنتے ہی یہ سمجھ لے گا کہ ان کی تخصیص نہیں بلکہ ان سے ایذا کا دفع کرنا مقصود ہے ، تو ہر وہ شے جس سے والدین کی عزت یا ادب و حرمت میں فرق آئے حرام ہے اور وہ فعل حرام ہے جس سے ان کی اہانت ہو ۔

دلالۃ النص کا حکم یہ ہے کہ اس سے صرف حکم منصوص علیہ ہی مراد نہیں ہوتا ، بلکہ جہاں کہیں علت کا وجود ہوگا ، وہ شے بھی مثل حکم منصوص علیہ کے ہوگی اور وہ بھی حرام ہوگی کیونکہ علت مشترک ہے ، اسی باعث حرمت تافیف کی تخصیص نہیں، بلکہ مارنا ، گالی دینا ، باپ سے مزدوری کرانا اور قرض کے باعث والدین کو گرفتار کرانا ، سب حرام ہے ۔

دلالت النص کا حکم چونکہ قطعی ہوتا ہے ، اس لیے وہ بمنزلہ عبارت النص کے ہے کہ دونوں کے ذریعے اثبات حکم ہو سکتا ہے، لہذا جس طرح عبارت النص سے حکم عقوبات ثابت ہوتا ہے ، اسی طرح دلالۃ النص کی بنا پر ہوتا ہے ، مثلاً حضرت ماعز کا رجم ہونا نص سے ثابت ہے اور چونکہ وہ محصن تھے ، تو غیر ماعز کا بشرط احصان مرجوم ہونا دلالت سے ثابت ہوگا ، کیونکہ علت مشترک ہے کہ زنا حالت احصان میں کرنا سب کو مشترک ہے ۔

(ذ)

ذرائع : (Means)

ذرائع ذریعہ کی جمع ہے ، اس کے معنی ہیں وسیلہ اور ذریعہ یعنی کسی مقصد کی جانب پہنچنے کا ذریعہ ، یا کسی فساد اور خرابی تک پہنچنے کا ذریعہ ، مقاصد شریعت تک پہنچنے کے ذریعہ کو اختیار کرنا فتح الذریعہ کہلاتا ہے اور شریعت کا کسی ایسے کام سے منع کر دینا جو کسی برائی یا فساد کا ذریعہ بنتا ہے ، سد الذریعہ کہلاتا ہے ۔

دراصل شریعت کے احکام کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں ، ایسے احکام جو بیان مقاصد پر مشتمل ہوں یعنی اگر وہ اوامر ہیں تو وہ فی ذاتہ مصالح ہیں اور اگر نواہی ہیں تو وہ فی ذاتہ مفاسد ہیں اور ایسے احکام جو مصالح اور مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہوں اور ایسے احکام جو مفاسد کی روک تھام کے وسیلہ کے طور پر اختیار کیے گئے ہوں ، قرافی؂ فرماتے ہیں کہ جو امر کسی افضل مقصد کے حصول کا ذریعہ بنتا ہو وہ امر بھی افضل ہے اور جو بات کسی برائی کا وسیلہ بنتی ہو وہ خود بھی بری ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقروض سے ہدیہ لینے سے منع فرمایا ، مبادا یہ سود کی بدلی ہوئی صورت نہ بن جائے ۔ یہ سد الذریعہ کی مثال ہے اور قرآن کریم میں نماز جمعہ کے وقت کاروبار بند کر دینے کی ہدایت کی گئی تا کہ مصروفیات سے فارغ ہو کر مسلمان اللہ کے ذکر کی جانب دوڑ کر جا سکے ، یہ فتح الذریعہ کی مثال ہے ۔

ذریعہ : (Means)

وسیلہ ، طریقہ ، کسی کام کا وسیلہ خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز ۔ اگر جائز کام کا وسیلہ ہے تو جائز ہوگا اور ناجائز کام کا وسیلہ ہے تو ناجائز ہوگا ، جس درجہ کا جائز کام ہوگا ، اس کے ذریعہ کا درجہ بھی اسی کے اعتبار سے مقرر ہوگا اور جس درجے کا ناجائز کام ہوگا، اسی کے اعتبار سے اس کے ذریعہ کا درجہ متعین ہوگا ۔ یعنی محرمات اور معاصی کے ذریعہ کی ممانعت اور کراہت کا درجہ اس بات کے تابع ہوگا کہ وہ کس حد تک محرمات اور معاصی تک لے جانے کا مؤثر ذریعہ ہے ، اسی طرح اللہ کی اطاعت پر مبنی امور کے ذریعہ کا جواز اور استحسان اس حقیقت کے تحت متصور ہوگا کہ وہ کس حد تک اللہ کی اطاعت کے کاموں کی جانب لے جانے والا ہے ۔

دیکھیے : ذرائع۔

ذمہ : (Responsibility)

عہد ، ضمان ، ایسا وصف جس کی بنا پر ایک شخص کسی ذمہ داری کو قبول کرنے یا کسی پر کوئی ذمہ داری عائد کرنے کے قابل قرار پائے ۔

(ر)

رخصت : (License)

کسی دشوار امر کی بنا پر کسی فعل کو وقت ضرورت کے لیے جائز قرار دے دینا جو اصولاً ممنوع ہو اور اس وقتی ضرورت کے تحت جواز کے باوجود وہ اپنی اصل حرمت پر برقرار رہے -

رکن : (Constituent factor)

جس پر کوئی شے قائم اور استوار ہو یا جن سے کوئی شے مکمل ہوئی ہو اور وہ اس میں داخل ہو -

(القواعد الفقهيہ)

(س)

سبب : (Preparatory Cause)

سبب کے معنی میں ایسا راستہ اور طریقہ جو مقصود تک پہنچانے والا ہو ۔ فقہاء کے یہاں حکم تک پہنچنے کے راستہ اور طریقہ کو سبب کہتے ہیں ، اصول الشاشی میں ہے کہ کسی واسطہ سے حکم تک پہنچنے کا راستہ سبب ہے اور خود یہ واسطہ علت ہے، کنوئیں میں سے پانی نکالنے کے عمل میں رسی سبب ہے اور خود انسان کا پانی کھینچنے کا عمل علت ہے ۔

غرض ایسی ظاہری محکم علامت کو سبب کہا جاتا ہے ، جسے شارع نے کسی حکم کے وجود کی علامت مقرر کر دیا ہو ، اس تعریف سے دو امور واضح ہوتے ہیں، ایک یہ کہ کسی حکم شرعی کا سبب وہی امر ہوگا جسے خود شارع نے سبب قرار دیا ہو ۔

دوسرے یہ کہ سبب کسی حکم تکلیفی کو وجود میں نہیں لاتا بلکہ اس کے ظہور اور وجود کی علامت بنتا ہے ۔

سبرو تقسیم : (Examination of various causes)

جس حکم پر کسی معاملے کو قیاس کرنا مطلوب ہو (مقیس علیہ) اس کے جملہ اوصاف کو جمع کرکے یہ جائزہ لینا کہ کون سے اوصاف علت بن سکتے ہیں اور کون سے اوصاف ایسے ہیں جو علت نہیں بن سکتے ۔

(الموسوعہ)

سد الذرائع : (To remove means of unlawful acts)

سد کے معنی روکنے اور بند کرنے کے ہیں اور ذرائع ذریعہ کی جمع ہے ، جس کے معنی وسیلہ اور طریقہ کے ہیں ، اس اعتبار سے

سد الذرائع کے معنی ہوئے ان طریقوں کی روک تھام اور سد باب جو کسی برائی اور فساد کی جانب لے جاتے ہوں، چنانچہ ابن العربی نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ ایسے کسی عمل کی ممانعت کرنا جو بظاہر جائز ہو لیکن کسی ممنوع کام کا ذریعہ بنتا ہو۔

(احکام القرآن)

قرطبی نے یہ تعریف کی ہے کہ سد الذریعہ ایسے کسی کام سے منع کر دینے کو کہا جاتا ہے جو فی نفسہ تو ممنوع نہ ہو لیکن اس کے ارتکاب سے ممنوع کام کا اندیشہ ہو۔

(تفسیر القرطبی : ۳/۵۷)

اور شوکانی نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے کہ ایسے امر سے روک دینا جو بظاہر مباح ہو لیکن وہ کسی ممنوع کام کا وسیلہ بنتا ہو۔

(ارشاد الفحول : ص۶۰)

یہ تمام تعریفات تقریباً ایک ہی مفہوم کی جانب لے جاتی ہیں کہ اسلامی شریعت کا ایسے امور سے روکنا اور ان کا سد باب کرنا، جو فساد کی جانب لے جاتے ہوں، درحقیقت جن مفاسد کو اللہ تعالیٰ نے ممنوع قرار دیا اور جن اخلاقی برائیوں سے شریعت نے روکا ہے ان کا مقتضا ہی یہ ہے کہ ان وسائل اور ذرائع سے بھی روکا جائے اور ان کا سد باب کیا جائے جو ان برائیوں کی جانب لے جانے والے ہوں، اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے طبیب کسی مرض کی دوا دینے کے ساتھ ان چیزوں سے پرہیز بھی بتلاتا ہے جو اس مرض میں اضافہ کا باعث ہوں۔

(اعلام الموقعین : ۳/۱۳۵)

امام قرافیؒ فرماتے ہیں کہ سد الذرائع کی تین صورتیں ہیں۔

بعض ذرائع ایسے ہیں جن کے ممنوع ہونے پر اجماع ہے، ان کا لازماً سد باب کیا جائے گا، مثلاً مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھود دینا یا کسی کے کھانے میں زہر ملا دینا۔

بعض ذرائع ایسے ہیں جو مفسدہ کی جانب تو لے جاتے ہیں ، لیکن مصلحت اس امر کی متقاضی ہے کہ انھیں نظر انداز کر دیا جائے ، مثلاً انگور کی کاشت اس لیے ممنوع قرار دینا کہ اس سے شراب بنتی ہے ، بلاشبہ انگور سے شراب بھی بنتی ہے مگر انگور ایک حلال و طیب غذا بھی ہے اور اس کے اور بھی مصالح اور فوائد ہیں جو اس خرابی پر فوقیت رکھتے ہیں کہ اس سے شراب بنائی جاتی ہے ، برائی کا وسیلہ بننے والے ایسے ذریعہ کو نظر انداز کر دیا جائے گا ۔

بعض ذرائع اختلافی نوعیت کے حامل ہو سکتے ہیں کہ بعض فقہاء کسی ذریعہ کو فساد کی جانب لے جانے والا تصور کرتے ہوں اور بعض نہ کرتے ہوں ۔ مثلاً بعد میں ادائیگی کی شرط پر خرید و فروخت کہ اس سے فریقین کے درمیان نزاع پیدا ہو سکتا ہے ۔ جن فقہاء کی رائے میں نزاع کا اندیشہ قوی ہے وہ بیع الی اجل کو ممنوع قرار دیتے ہیں ۔ لیکن جن کے نزدیک یہ اندیشہ قوی نہیں ہے یا اس کا تدارک کیا جا سکتا ہے ، وہ اس کو نظر انداز کریں گے اور سد الذریعہ کے اصول کے تحت نہیں لائیں گے ۔

علامہ ابن قیم نے سد الذرائع کے اصول کو دین کا ایک چوتھائی حصہ قرار دیا ہے اور اس کی توجیہ انھوں نے اس طرح کی ہے کہ اللہ سبحانہ نے بندوں کو جو احکام دیے ہیں وہ تمام اوامر (احکام) اور نواہی (ممنوعات) پر مشتمل ہیں ۔ ہر امر کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں ، وہ امر جو بذات خود مقصود ہو اور وہ امر جو کسی مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ ہو ، اسی طرح نہی (ممانعت) بھی دو طرح کی ہو سکتی ہے ، وہ ممانعت جو بذات خود ممنوع ہو اور وہ ممانعت جسے کسی ممنوع کام کا وسیلہ ہونے کی بنا پر ممنوع قرار دیا گیا ہو ۔

(اعلام الموقعین : ۱۵۹/۳)

سنت : (Sunnah)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی کوئی قول یا فعل

یا تقریر روایت کی گئی ، وہ سب سنت ہے ، اس طرح سنت کی تین قسمیں ہیں :

(۱) سنتِ قولی -

(۲) سنتِ فعلی -

(۳) سنتِ تقریری -

سنت کے لغوی معنی عادت اور طریقے کے ہیں ، اصطلاح محدثین میں سنت ، حدیث اور خبر ایک ہی معنی میں ہیں اور چونکہ اصطلاح محدثین اور اصطلاح فقہاء میں کچھ تھوڑا سا فرق ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اصطلاح محدثین اور اصطلاح فقہاء ہر دو بیان کر دی جائیں -

محدثین کی اصطلاح میں حدیث و سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر ، صحابی کے قول و فعل اور تقریر کے لیے بولے جاتے ہیں ، اگرچہ بعض محدثین نے فقہاء کی طرح لفظ سنت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر کے ساتھ مخصوص کیا ہے ، محدثین کی اصطلاح میں لفظ خبر بھی حدیث کی طرح عام ہے -

اصطلاح فقہاء میں سنت عبادات نافلہ کے لیے بولا جاتا ہے ، یعنی ہر وہ شے جو فرض نہ ہو اور اصول فقہ میں سنت اور خبر ، قول و فعل اور تقریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں اور یہاں سنت سے یہی مراد ہے -

قول و فعل کا مفہوم تو ظاہر ہے یعنی جو کچھ حضور ؐ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں وہ قول ہے اور جو کچھ عمل فرمائیں وہ فعل ہے، لیکن تقریر کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلواۃ والسلام نے کسی کو کوئی فعل انجام دیتے دیکھا ، یا کوئی بات کہتے سنا اور اس پر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی تو وہ بھی سنت کے مفہوم میں داخل ہے ، کیونکہ نبی کریم ؐ کسی فعل

ناجائز پر خاموشی اختیار نہ کر سکتے تھے - اس طرح آپ کا خاموشی اختیار فرمانا اس فعل کے بہتر ہونے کی دلیل ہوئی -

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لازم ہونے والے امر کا لزوم اسی طرح ہے جس طرح کتاب اللہ میں وارد کوئی حکم لازم ہوتا ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"من یطع الرسولِ فقد اطاع اللہ"۔

(جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی) -

"ما آتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا" -

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم فرمائیں اس پر عمل کرو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ) -

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کتاب اللہ کی مانند حجت ہے - کلام اللہ ایجاز ہے اور کلام رسول[ص] اس ایجاز کی تشریح و توضیح لہٰذا وہ تمام اقسام جو کہ کتاب اللہ میں جاری ہوتی ہیں حدیث رسول میں بھی جاری ہوں گی ، یعنی عام و خاص حقیقت مجاز وغیرہ ، لیکن چونکہ وہ اقسام کتاب اللہ میں گزر چکیں ، اب ان کی تفصیل کی کوئی حاجت نہیں -

متواتر - وہ خبر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا شک و شبہ ثابت ہو اور جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اتنے رہے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو ، پھر بعض علماء نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ ان رواۃ کا شمار نہ ہو اور مختلف مقامات کے رہنے والے ہوں ، بعض نے خبر متواتر میں چار کی شرط لگائی ہے ، بعض نے دس کی قید لگائی ہے ، کیونکہ دس جمع کثرت ہے اور اس سے کم جمع قلت اور بعض نے مہینوں

پر قیاس کر کے بارہ راوی شرط قرار دیے کہ جس طرح بارہ ماہ سے سال کی تکمیل ہوتی ہے ، اسی طرح روایت کی تکمیل بارہ راویوں سے ہوتی ہے -

بعض اصحاب نے چالیس کی قید لگائی ہے، کیونکہ چالیس کے عدد کو حصول مراد اور کیفیات قلبی میں بہت دخل ہے اور بعض اصحاب ستر کے قائل ہیں لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ متواتر کے لیے کوئی حد معین نہیں اور نہ کسی قید کی ضرورت ہے ، اصل شرط احتمال کذب کا رفع ہے ، جو بعض اوقات چند رواۃ کے روایت کرنے سے بھی رفع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ہزاروں کے نقل کرنے سے بھی رفع نہیں ہوتا - معلوم ہوا کہ اس کا دارو مدار کثرت رواۃ پر نہیں بلکہ ناقلین کی عدالت و صدق پر مبنی ہے -

مشہور وہ حدیث ہے جو عصر اول یعنی صحابہ کرام کے زمانے میں تو خبر واحد رہی ہو ، لیکن تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اسے شہرت حاصل ہو گئی ہو اور امت نے اسے قبول بھی کیا ہو ، گویا کہ عصر اول کے بعد اس نے متواتر کی صورت اختیار کر لی ہو -

خبر واحد وہ روایت ہے جسے ایک راوی روایت کرے، چاہے یہ ایک کا سلسلہ برابر جاری رہے ، یا ایسی صورت واقع ہو کہ اس ایک راوی سے ایک جماعت روایت کرتی ہو ، یا ایک جماعت سے ایک ہی راوی روایت کرتا ہو ، یعنی پورے سلسلہ اسناد میں کسی مقام پر ایک راوی باقی رہ جائے تو وہ خبر واحد ہوگی -

خبر واحد کی حجیت کے لیے یہی امر کافی ہے کہ نبی کریمؐ نے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط روانہ فرمائے اور انھیں لے جانے والے قاصدین ایک ایک ہی تھے- معاذ و علی کو یمن روانہ فرمایا- زکوٰۃ کی وصولیابی کے لیے ایک ایک شخص کو روانہ فرماتے ، فتح مکہ کے روز مختلف کفار جو فرار ہوگئے تھے ان کے لیے ان کے اعزہ نے امان طلب کی ، آپ نے امان دی اور انھیں بلانے کے لیے

بھیجا گیا یہ سب امور خبر واحد تھے ، اگر خبر واحد قابل قبول نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ فرماتے ۔

سنت احاد : (Solitary traditions)

وہ ہیں ، جن کو رسول اللہ سے کسی ایک فرد نے یا ان چند افراد نے جن کی تعداد تواتر کی تعداد سے کم ہو روایت کیا ہو پھر ان سے اسی طرح ایک فرد نے یا ایسے چند افراد نے جن کی تعداد تواتر کی تعداد سے کم ہو روایت کیا ہو اور اسی طرح یہ روایت ہم تک پہنچی ہو کہ راویوں کے ہر طبقے میں روایت کرنے والے افراد کی تعداد تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو ، اس قسم میں بیشتر احادیث داخل ہیں ۔

سنت تقریری : (Acts approved by the Holy Prophet)

سنت تقریری یہ ہے کہ آپ کے اصحاب نے جو ارشادات بیان کیے یا جو افعال فرمائے ان پر آپ نے خاموشی اختیار فرما کر یا اس کام کا رد نہ فرما کر یا اس سے اتفاق کرکے یا اس پر پسندیدگی کا اظہار کرکے ان کی توثیق کر دی ہو ۔ اس توثیق کے بعد قول و عمل صحابی کو بھی ایسی حیثیت حاصل ہو گئی جیسے یہ قول خود آپ نے ارشاد فرمایا یا یہ عمل آپ کی ذات مبارکہ سے صادر ہوا ۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ فرمانے لگے تو ان سے استفسار فرمایا کہ تم کس طرح فیصلے کرو گے ۔ انھوں نے فرمایا کہ میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کروں گا ، اگر کسی مسئلے کا حل کتاب اللہ میں نہ ملا تو پھر سنت رسول کی روشنی میں فیصلے کروں گا اور اگر کسی مسئلے کا حل سنت رسول میں نہ ملا تو میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس موقف کی تائید فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ کی ذات لائق ستائش ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو ایسی توفیق عطا فرمائی جس سے اس کا رسول راضی ہے ۔

سنت فعلی : (Traditions describing the acts of the Holy Prophet)

سنت فعلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کا نام ہے ، جیسے اقرار زنا کے بعد آپ کا اس پر سزا کا فیصلہ کر دینا ، چوری میں دائیں ہاتھ کا کاٹنا اور ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ فرما دینا ۔

سنت قولی : (Sayings of the Holy Prophet)

سنت قولی آپ کے وہ تمام اقوال ہیں جو آپ نے کسی موقع پر ارشاد فرمائے ، جیسے

"کسی مسلمان کا قتل اس وقت تک جائز نہیں جب تک تین باتوں میں سے کوئی ایک بات نہ پائی جائے ، ایمان کے بعد کفر، احصان کے بعد زنا اور بلا وجہ قتل" ۔

سنت متواترہ : (Traditions narrated by a large number of people)

وہ سنت کہلاتی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر افراد نے نقل کیا ہو کہ ان کی کثرت اور امانت کی بناء پر ان کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عادتاً ممکن نہ ہو، پھر ان اصحاب سے بھی اسی طرح بہت سے افراد نے نقل کیا ہو اور ان سے بھی بہت سے افراد نے نقل کیا ہو اسی طرح یہ سنت اپنے راویوں کے ہر طبقے کی سند سے ہم تک پہنچ گئی ہو اور ہر طبقے میں اس قدر افراد ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو ، اس قسم میں ادائیگی نماز روزہ اور دیگر شعائر دین سے متعلق وہ تمام عملی سنتیں داخل ہیں جنھیں صحابہ کرام کی کثیر تعداد نے آپ سے حاصل کیا

اور ان سے دوسرے مسلمانوں کے گروہ نے ان عملی سنتوں کو اخذ کیا اور اختلاف زمانہ اور فاصلوں کی زیادتی کے باوجود ان کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوا ۔

سنت مشہورہ : (Renowned traditions)

وہ ہے جس کو رسول اللہ سے ایک صحابی نے یا چند صحابہ نے جن کی تعداد حد تواتر سے کم ہو روایت کیا ہو ، پھر ان صحابی یا صحابہ سے اتنی تعداد نے نقل کیا ہو جو تعداد تواتر کی ہے ۔

(ش)

شارع : (Law giver)

مقنن ، قانون ساز ، اسلامی شریعت میں شارع ، اللہ سبحانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔

شبہ : (Doubt)

شبہ علت بننے والا ایسا وصف ہے جس میں کہ غور و فکر اور بحث تمحیص کے باوجود حکم سے مناسبت نہ ظاہر ہو۔ البتہ دوسرے بعض احکام میں اس کی طرف شارع کی توجہ پائی گئی ہو ۔

شرائع : (Shara'i)

شریعت کی جمع ہے اور شرائع ما قبلنا سے مراد گذشتہ انبیائے کرام کی شریعتیں ہیں ۔ گذشتہ انبیاء کی شریعت پر عمل کرنے کے سلسلے چار ہیں جن میں سے تین صورتوں میں تمام علماء کا اتفاق ہے اور وہ یہ ہیں :

۱ - وہ احکام جن کا ذکر گذشتہ پیغمبروں کی کتابوں میں آیا ہو ، مگر قرآن کریم میں اس کا کوئی ذکر نہ ہو اور نہ اس کا سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثبوت ملتا ہو ۔ ایسے احکام کے بارے میں یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہم ان کے پابند نہیں ہیں کیونکہ ایسے احکام کے معلوم ہونے کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور نہ اس کے صحیح ہونے پر یقین کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ احکام غیر معتبر طریقے سے معلوم ہوئے ہیں ۔

۲ - بعض احکام کا ذکر پچھلی شریعتوں میں آیا ہے ، مگر اسلامی شریعت نے صاف طور پر انھیں منسوخ اور باطل کر دیا ہے ،

ایسے احکام کا تعلق بھی اسلامی شریعت سے نہیں ہے - اس کی مثال وہ اشیاء خوردنی ہیں جو بنو اسرائیل کے لیے حرام کر دی گئی تھیں ، مگر اسلام نے جائز قرار دی ہیں ، جیسا کہ قرآن کریم میں انھیں اس طرح بیان کیا گیا ہے :

"یہودیوں پر ہم نے لمبے ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائے بھیڑ ، بکریوں کی چربیوں کو بھی ہم نے حرام کر دیا تھا ، بجز اس صورت میں کہ وہ چربی ان کی پشت یا آنتوں میں لگی ہوئی ہو یا کسی ہڈی سے چمٹی ہوئی ہو" -

بعض ایسے احکام کی طرف حدیث نبوی میں بھی اشارہ کیا گیا ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے — مجھے ایسی سنتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (پیغمبر) کو عطا نہیں کی گئیں -
اس سلسلے میں آپ نے یہ فرمایا ہے :

"روئے زمین میرے لیے مسجد اور پاک و صاف بنائی گئی ہے - لہٰذا میری امت کے جس آدمی کے لیے نماز کا وقت آئے تو وہ (زمین پر) نماز پڑھ لے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کیے گئے ہیں ، مجھ سے پہلے یہ کسی کے لیے حلال نہیں کیے گئے تھے" -

۳ - گذشتہ شریعتوں کے بعض احکام ایسے ہیں جنھیں اسلامی شریعت نے برقرار رکھا ہے - لہٰذا اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ ہم بھی اس کے پابند ہیں کیونکہ وہ اب ہماری شریعت میں داخل ہو گئے ہیں - اس کی مثال قربانی ہے - چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا ہے :

"قربانی کرو ، کیونکہ یہ تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے" -

۴ - گذشتہ شریعتوں کے بعض احکام اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں ، یا وہ سنت نبوی میں مذکور ہیں ، مگر ہماری

شریعت اس کے بارے میں خاموش ہے ، اس میں نہ تو اس کی تائید کی گئی ہے اور نہ اسے منسوخ کیا گیا ہے، یہ آخری صورت ایسی ہے جس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے -

اس بارے میں معتزلہ اور بعض علماء اہل سنت مثلاً ابو اسحاق شیرازی کا آخری قول یہ ہے کہ ہم مسلمان ان کے ایسے احکام کے بھی پابند نہیں ہیں - بیان کیا جاتا ہے کہ امام غزالی نے بھی اپنی آخری عمر میں یہی رائے اختیار کی تھی اور علامہ ابن حزم نے بھی اس کی حمایت کی ہے - لہذا اپنے اس خیال کی تائید میں اس جماعت نے دلائل پیش کیے ہیں :

رسول اکرمؐ نے جب حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو انہیں یہی ہدایت فرمائی تھی کہ وہ کتاب و سنت پر عمل کریں ، اس کے بعد اپنی رائے سے اجتہاد کریں ۔ اگر ہم گذشتہ شریعتوں کے پابند ہوتے تو حضرت معاذ اس کا ذکر کرتے یا رسول اکرمؐ ان کا ذکر نہ کرنے پر انہیں متنبہ فرماتے ۔

اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت معاذؓ نے اس کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ کتاب و سنت پر عمل کرنے کے ضمن میں ان شریعتوں پر بھی عمل ہو جاتا ہے -

شرط : (Condition)

جس کے عدم سے دوسری شے کا عدم لازم آئے - شرط ایسا امر ہے جس پر حکم کا وجود اس طرح موقوف ہو کہ شرط کے نہ ہونے سے حکم کا نہ ہونا لازم آئے - شرط اور سبب میں فرق یہ ہے کہ شرط کے وجود سے حکم کا وجود لازم نہیں آتا ، مثلاً دو گواہوں کا ہونا عقد نکاح کی شرط ہے ، لیکن لازم نہیں ہے کہ دو گواہ موجود ہوں تو عقد نکاح بھی وجود میں آ جائے ، جب کہ مسبب سبب کے وجود سے وابستہ ہے ، مثلاً چوری حد سرقہ کا سبب ہے -

حکم کا وجود (پایا جانا) اور شے ہے اور حکم کا وجوب (ثابت و قائم ہونا) دوسری شے ہے ، شرط پر وجود موقوف ہوتا ہے اور علت پر وجوب موقوف ہوتا ہے ۔ سبب شرط اور علت کے حکم سے تعلق کو فقہاء نے اس طرح بیان کیا ہے :

"حکم تعلق رکھتا ہے اپنے سبب سے ، ثابت ہوتا ہے اپنی علت سے ، پایا جاتا ہے اپنی شرط کے وجود کے وقت"۔

شریعت : (Path way)

زندگی گزارنے کا راستہ ، وہ طریقۂ زندگی جو دین نے مقرر کیا ہو ، اللہ کے نبی کے لائے ہوئے احکام -

(ص)

صحت : (Being of An action in accordance with law)

کسی ایسے فعل کا ، جو جواز اور عدم جواز کے دونوں پہلو رکھتا ہو ، احکام شریعت کے مطابق ہونا ، یعنی کسی فعل کا ایسا ہونا کہ اگر وہ شریعت کے مقرر کردہ قواعد کے مطابق انجام دیا جائے تو درست کہلائے اور اگر شریعت کے قواعد و شرائط کی تعمیل نہ ہو تو نا درست کہلائے - ایسے کسی فعل کا شریعت کے احکام اور شرائط کے مطابق ہونا صحت کہلاتا ہے - واضح رہے کہ اباحت حکم تکلیفی ہے اور صحت حکم وضعی ہے -

(الموسوعہ)

صریح : (Plain word)

صریح وہ لفظ ہے جس کے معنی مرادی ظاہر ہوں یعنی بالذات وہ ایسا لفظ ہو جو اپنے معنی پر دلالت کرے اور جو اس لفظ سے مراد ہو اس پر بھی دلالت کرے - ادہر لفظ متکلم کی زبان سے نکلا اور نکلتے ہی اس کے معنی مخاطب کے ذہن نشین ہوں - جیسے میں نے بیچا ، میں نے خریدا وغیرہ - صریح حقیقت و مجاز دونوں پر صادق آتا ہے -

صریح کا حکم یہ ہے کہ اس کے معنی کا ثبوت واجب ہوتا ہے چاہے وہ صراحت کسی طریقے سے کیوں نہ ہو ، چاہے خبر کے ذریعہ ہو یا صفت کے ذریعے یا نداء کے ذریعہ اور اس میں کسی نیت کی احتیاج نہیں ، کیونکہ جو کلام ہے وہ صراحتاً مفہوم ہوگا اور اس پر عمل ہوگا اس لیے کہ حکم نفس کلام کے ساتھ معلق ہوتا ہے اور یہی صورت حقیقت کی بھی ہے مگر یہ حقیقت و مجاز

کی اقسام نہیں بلکہ دراصل ان کی صفات ہیں - اسی لیے حنفی فقہاء کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ الفاظ کہے کہ تجھ پر طلاق ہے یا میں نے تجھے طلاق دی یا اے طلاق والی ، تو طلاق واقع ہو جائے گی ، چاہے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو - کیونکہ یہ الفاظ صراحتاً اپنے حکم پر دلالت کرتے ہیں اور ان الفاظ کا مفہوم ظاہر ہے -

---

(ض)

ضروریات : (Requirements)

ایسے امور جن کی تکمیل دین اور دنیا کے مصالح کے لیے ضروری اور لازمی ہو ۔ اس ضمن میں پانچ امور کا تحفظ نا گزیر ہے :

۱ - دین -

۲ - عقل -

۳ - نسل -

۴ - مال -

۵ - نفس -

(الموافقات : ۸/۲)

(ط)

طرد و عکس : (Regular sequence)

طردو عکس علت کے معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وصف پایا جائے تو حکم پایا جائے ، وصف بدل جائے تو حکم بھی بدل جائے ۔ وصف کو مدار اور حکم کو دائر کہتے ہیں ۔ اس طریقے کا دوسرا نام "دوران" ہے مثلاً "سکر" (نشہ) جب تک انگور کے شیرہ میں نہ پیدا ہوگا وہ حلال ہے اور جب نشہ پیدا ہو جائے گا تو حرام ہو جائے گا ۔ یہ مثال ایک محل میں "دوران" کی ہے ۔ کبھی یہ دوران دو محل میں ہوتا ہے ۔ مثلاً "طعم" (ذائقہ) ربا کے حرام ہونے کی علت ہے چونکہ یہ وصف (علت) "سبب" میں پایا جاتا ہے اس لیے ربا والی اشیاء میں اس کا شمار ہوگا اور "ریشم" میں نہیں پایا جاتا ہے ، اس بنا پر اس کا شمار ربا والی اشیاء میں نہ ہوگا ۔

امام شافعی اور امام غزالی وغیرہ کے یہاں طردو عکس کا طریقہ زیادہ رائج ہے اور امام ابو حنیفہ کے یہاں یہ طریقہ زیادہ رائج نہیں ہے ۔

(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ۱۹۳)

طیبات : (Pleasant things)

طیب کی جمع ہے ۔ طیبات سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو طبیعت سلیمہ کے اعتبار سے پاکیزہ اور طیب سمجھی گئی ہوں ۔
(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ۸۲)

(ظ)

ظاہر : (Manifest of meaning)

ظاہر وہ ہے جس کا صیغہ اپنے معنی پر واضح طور پر دلالت کرے ، اس کے معنی کا سمجھنا خارجی قرینے پر موقوف نہ ہو اور اس کے معنی سیاق سے یعنی صیغہ کے بیان سے اصلاً مقصود نہ ہوں جیسے اللہ سبحانہ کا قول :

"واحل اللہ البیع و حرم الربٰو"۔

(البقرہ : ۲۷٦)

(حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے) -

اس آیت میں بیع کے حلال ہونے اور ربا کے حرام ہونے کے معانی بغیر کسی خارجی قرینے کے خود بخود حلال اور حرام کے الفاظ سے سمجھ میں آتے ہیں اور یہ معنی سیاق آیت کا مقصود نہیں ہیں کیونکہ سیاق آیت میں تو یہ بات بیان کی گئی ہے کہ بیع اور ربا میں مماثلت نہیں ہے اور ان لوگوں کی تردید کی گئی ہے جنھوں نے کہا تھا کہ بیع بھی ربا جیسی ہے :

"ذالک بانہم قالوا انما البیع مثل الربٰوا واحل اللہ البیع و حرم الربٰوا" -

(البقرہ : ۲۷۵)

(یہ سزا اس لیے ہو گی کہ وہ کہتے ہیں کہ بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام) -

ظاہر کا حکم یہ ہے کہ جب تک کوئی ایسی دلیل قائم نہ ہو جو

اس کے ظاہر سے عدول کا تقاضا کرے اس وقت تک ظاہر کے ظاہری حکم پر لازم ہے کیونکہ ظاہر میں اصل یہی ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے نہ ہٹایا جائے تا آنکہ کوئی دلیل اس کو ظاہری معنی سے ہٹانے کی متقاضی ہو یا اس سے دیگر معنی مراد ہوں ۔

اگر ظاہر عام ہو تو اس کی تخصیص ہو سکتی ہے ، اگر مطلق ہو تو تقیید ہو سکتی ہے اور اگر حقیقت ہو تو مجازی معنی مراد لیے جاسکتے ہیں ۔ اسی طرح تاویل کی دیگر صورتیں بھی بروئے کار آ سکتی ہیں ۔ البتہ تاویل اس وقت تک درست نہیں ہوگی جب تک اس تاویل کی بنیاد نص یا قیاس یا شریعت کے مزاج اور شریعت کے عمومی اصول پر قائم نہ ہو ۔ اگر دلیل شرعی پر تاویل کی بنیاد نہیں تو وہ تاویل باطل ہے ۔

(ع)

عادت : (Usage)

عادت وہ ہے جو بار بار دہرانے سے نفس میں مرتکز ہو جائے اور طبائع سلیمہ کے لیے قابل قبول ہو جائے۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ :

"عادت معاودت سے ماخوذ ہے کہ تکرار سے اور بار بار کے کرنے سے ایک فعل جانا پہچانا ہو جاتا ہے اور بغیر علاقہ اور قرینہ کے عقل کے لیے قابل قبول ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حقیقت عرفیہ ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے باعتبار مصداق کے عادت اور عرف ہم معنی ہیں اگرچہ مفہوم میں مختلف ہیں"۔

شرح التحریر میں ہے کہ :

"کسی عقلی رابطہ کے بغیر جو امر بار بار ہوتا رہے، اس کو عادت کہا جاتا ہے"۔

نیز ابو زہرہ فرماتے ہیں کہ :

"صرف وہ طریقہ ہے جس پر عمل کرنے کے لوگ عادی ہو چکے ہوں اور اس پر ان کے قاعدے قائم ہو چکے ہیں"۔

(اصول الفقہ : ۲۷۳)

فقہاء نے اکثر عادت کے لفظ کو عرف ہی کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ چنانچہ ابن نجیم اور السیوطی نے اسے "العادة محكمة" کے تحت بیان کیا ہے اور علامہ شاطبی نے بھی عادت کے عنوان

سے عرف کی تفصیلات مرتب کی ہیں ۔ عادات کی واقع ہونے اور وجود کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں :

ایک وہ عادت جو زمانے اور مقام کے اختلاف کے باوجود ہمیشہ یکساں طور پر پائی جائے ۔ مثلاً کھانا پینا اور سونا اور جاگنا وغیرہ ۔

دوسری وہ عادت جو زمانے اور مقام کے اختلاف سے بدلتی رہتی ہے ۔ مثلاً رہن سہن کے طور طریقے ، مزاج کی نرمی و تندی اور جلد بازی و بردباری وغیرہ ۔

پہلی قسم کی عادات کی حیثیت ان ابدی کلیات کی سی ہے جن پر دنیا کے وجود کا مدار ہے ، اس کی مصلحتیں اسی سے وابستہ ہیں ۔ یہ عادات شریعت کے مطابق ہیں اور ان کی حیثیت ان احکام شریعت کی سی ہے جو ہمیشہ باقی رہیں گی ۔

جب کہ دوسری قسم کی عادات کلیات نہیں ہیں بلکہ یہ درحقیقت جزئیات ہیں اور ظنی ہیں اور ان پر فیصلہ صرف اس بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ پہلے لوگوں کی عادات تھیں اور اس لیے انہیں بعد والوں کے لیے بھی حجت ہونا چاہیے ۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے اور اس کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب اگلوں کی عادت کو پچھلوں کے لیے بنیاد بنانا مقصود ہو اور اسی بنیاد پر فیصلہ کرنا مطلوب ہو ۔ اس قاعدہ کا اطلاق مطلقاً غلط نہیں ہے بلکہ اس قاعدے کے اطلاق کے صحیح ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال ہے اور اس سے تیسری صورت ایسی بھی پیدا ہو سکتی ہے جس کے بارے میں فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ آیا کسی پچھلی عادت کو حکم کا مدار بنانا درست ہے یا نہیں ہے ۔

امام شاطبی نے عادات کی دوسری تقسیم ان کے شرعی اور غیر شرعی ہونے کے اعتبار سے کی ہے اور اس لحاظ سے گفتگو کی ہے کہ اگر عادات اور شرعی احکام میں تعارض ہو تو کیا صورت ہوگی۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

عادات دو طرح کی ہیں ۔ ایک عادات شرعیہ یعنی جن کو شریعت نے تسلیم کیا ہے یا واضح طور پر ان کی نفی کر دی ۔ مقصد یہ کہ شریعت نے ان پر عمل کرنے کو واجب یا مستحب قرار دیا ہے یا حرام و مکروہ ۔

دوسری وہ عادات ہیں جو عام طور پر لوگوں میں جاری ہو جاتی ہیں لیکن منفی یا مثبت طور پر شریعت ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیتی تو پہلی قسم کی عادات تو اسی طرح قائم و ثابت رہیں گی جس طرح شریعت کے دوسرے احکام ، مثلاً نجاست و طہارت کے طریقے ، ستر پوشی اور اس کے بغیر عبادت نہ کرنے کا حکم ۔ ان عادات کا شمار بھی ان احکام شرعیہ میں ہے جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ، اگرچہ ان کے برتنے والوں کی آراء کیوں نہ مختلف ہو جائیں ، تو اس سے قبیح شے اچھی نہیں ہو سکتی اور اچھی شے بری نہیں ہو سکتی مثلاً اگر کسی جگہ ستر کھولنے کو برا نہ سمجھا جائے تو وہ جائز نہیں ہو سکتا ۔

دوسری قسم کی عادات یعنی جن کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار کیا ہے دو طرح کی ہیں ، ایک وہ جو غیر متغیر ہیں اور دوسری وہ جو بدلتی رہتی ہیں ۔

جو عادتیں قائم رہتی ہیں اور ان میں تغیر نہیں آتا مثلاً کھانا پینا ، بول چال اور فطری تعلقات ، ان عادات سے اگر وہ مقاصد پورے ہوتے ہیں جو شریعت میں مطلوب ہیں تو یہ عادات غیر متغیر ہوں گی اور ہمیشہ ان کے مطابق حکم ہوگا اور انھی پر احکام کی بنیاد ہوگی ۔

جو عادتیں بدلتی رہتی ہیں ان کی مختلف صورتیں ہیں ۔ بعض ایسی عادتیں ہوتی ہیں جو تبدیل ہوتی رہتی ہیں کہ کبھی انھیں اچھا سمجھا جاتا ہے اور کبھی نہیں سمجھا جاتا ۔ کسی زمانے میں انھیں بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے اور کسی وقت ان کو پسند نہیں

کیا جاتا ۔ چنانچہ سر کھلا رکھنا مشرق ممالک میں برا سمجھا گیا ہے لیکن مغربی ممالک میں برا نہیں سمجھا گیا ۔

عادتوں کا یہ اختلاف کبھی مقاصد میں ہوتا ہے یعنی ایک ہی لفظ کی مراد مختلف اقوام میں یا ایک ہی قوم کے افراد میں مختلف ہو جاتی ہے یا ایک پیشہ اور ہنر کے افراد ایک اصطلاح کا ایک متعین مفہوم مراد لیتے ہیں جب کہ عوام اس کا کوئی اور مطلب سمجھتے ہیں، یا بعض معانی کے استعمال کا غلبہ ہو جاتا ہے، پہلے ایک لفظ کے کچھ اور معنی سمجھے جاتے تھے اور بعد میں کچھ اور سمجھے جانے لگے یا پہلے ایک لفظ کا استعمال مشترک معنی میں تھا اور بعد میں تخصیص ہوگئی ۔ ایسے تمام مواقع پر شرعی حکم بھی عام یا خاص ہی کی بنیاد پر لگایا جائے گا ۔ بالخصوص یہ فرق آیمان عقود اور طلاق میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے ۔

(تعامل عادت اور عرف)

عام : (Common)

عام وہ لفظ ہے جو ایک ایسے معنی کے لیے ایجاد ہوا ہو جس کے تحت بیشمار افراد آتے ہوں اور وہ اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے ان تمام افراد پر مشتمل ہو ۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں وصیت کا لفظ کہ "ورثاء کے حق میں وصیت درست نہیں ہے"۔ یہ باعتبار لغت ہر وصیت کو شامل ہے کیونکہ وصیت نکرہ ہے اور اس سے پہلے نفی ہے جو عمومیت پر دلالت کرتی ہے ۔

لفظ مشترک اور عام میں یہ فرق ہے کہ مشترک تو کئی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے جب کہ عام لغتاً صرف ایک ہی معنی کے لیے وضع ہوتا ہے ۔ البتہ یہ معنی متعدد افراد میں پائے جاتے ہیں ۔

یہ ایک عام نص ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد گرامی سے تخصیص کر دی ہے ۔

"رضاعت کے وہ تمام رشتے حرام ہیں جو رشتے نسب سے حرام ہیں" ۔

اس تخصیص نے مجتہدین کے لیے مزید تخصیص کا دروازہ کھول دیا ۔ چنانچہ انہوں نے مصاہرت (سسرالی رشتہ) کو نسب پر قیاس کرتے ہوئے رضاعت کے وہ رشتے بھی حرام قرار دے دیے جو رشتے مصاہرت سے حرام ہیں جیسا کہ حدیث نے رضاعت کے وہ رشتے حرام کر دیے جو نسب میں حرام ہیں ۔

(اسلام کا فوجداری قانون : ۲۷۳/۲۷۰)

عام مخصوص عنہ البعض : (A common decree with some exceptions)

یہ وہ عام ہے کہ جس کے حکم سے بعض افراد کو جدا کر لیا گیا ہو ۔ امام شافعی کے نزدیک عام بعض افراد پر صادق آتا ہو تو اسے تخصیص کہا جائے گا اگرچہ وہ تخصیص عقل کے ذریعہ ہو یا کلام مستقل کے ذریعے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو ۔ مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک عام کی تخصیص ایسے کلام سے ہوگی جو مستقل ہو اور عام کے ساتھ متصل ہو ۔ اگر تخصیص عقل کی بنا پر ہے جیسے "خالق کل شیئی" میں ذات خداوندی کی تخصیص ، یا احکامات شرعیہ سے بچوں اور پاگلوں کی تخصیص ، اسے اصطلاح میں تخصیص نہیں کہیں گے ۔ اسی طرح غایت ، استثناء ، صفت اور بدل البعض کے ذریعے جو تخصیص واقع ہوگی اسے بھی تخصیص نہیں کہیں گے ۔ کیونکہ یہ کلام مستقل نہیں ہے ۔ اسی طرح اگر کلام مستقل ہو لیکن متصل نہ ہو تب بھی اسے تخصیص نہ کہا جائے گا بلکہ نسخ کہیں گے اور امام شافعی کے نزدیک یہ تمام اشکال تخصیص میں داخل ہوں گی ۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک عام قطعی ہوتا ہے اور تخصیص سے اس کی قطعیت ختم ہوگئی تو عام ظنی ہوگیا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخصص نے عام کو متغیر کر دیا ۔ لہٰذا یہ بیان تغیر

کے مشابہ ہوا اور بیان تغیر متصلاً ہو سکتا ہے منفصلاً نہیں ہو سکتا اور امام شافعی کے نزدیک عام ظنی ہوتا ہے اور ان کے نزدیک اس مخصص نے اس کی ظنیت کو ختم یا دور نہیں کیا بلکہ اس میں اضافہ کیا ہے ۔ اس لیے دراصل یہ بیان تقریر کے مشابہ ہوا اور بیان تقریر منفصل بھی ہو سکتا ہے ۔

عام مخصوص عنہ البعض کا حکم یہ ہے کہ اس کے جو افراد باقی ہیں ان پر وہ حکم صادق آئے گا اور ان پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ مگر ان میں بھی تخصیص کا احتمال باقی رہے گا ۔ اس لیے کہ ممکن ہے کہ کوئی دلیل انہیں بھی خاص کر دے جیسے دیگر دلائل ظنیہ کا حال ہے کہ ظنی ہونے کے باوجود ان پر عمل واجب ہے ، یہی اس عام کا حال ہوگا ، جمہور احناف کا مسلک یہی ہے ، خواہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول ۔

کرخی اور عیسیٰ بن ابان کا مسلک یہ ہے کہ مخصص معلوم ہو یا مجہول تخصیص کے بعد عام کسی طرح حجت نہیں رہتا ۔

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر مخصص مجہول ہے تو عام کو قطعیت پر باقی رکھا جائے گا اور مخصص کو ترک کر دیا جائے گا ۔ (اصول فقہ : ص ۱۰۷ / ۱۰۸)

عبارت النص : (The conveyance of meaning directly by the language of the text)

عبارت النص اسے کہتے ہیں کہ جس سے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اس کلام کا مقصود کیا ہے اور یہ کلام کیوں کیا گیا ہے اور یہ غرض اشارۃً معلوم نہ ہو بلکہ صراحۃً اور قصداً معلوم ہو رہی ہو اور یہ صفت تمام نصوص میں پائی جاتی ہے ۔

عدالت علت : (Adalate Illat)

دیکھیے : عدالت وصف ۔

عدالت وصف : (Adalate wasf)

عدالت وصف کا مفہوم یہ ہے کہ اس وصف کا اثر اہم معلل بہ (جس کا یہ وصف علت بیان کیا گیا ہے) میں پہلے ہی سے ظاہر ہو ، جبھی تو اس پر نئے مسئلہ کے قیاس کی بنیاد رکھی جائے گی - اس کی کئی صورتیں ہیں :

۱ - عین اس وصف (علت) کا اثر عین اس حکم "معلل بہ" میں ظاہر ہو جیسے "طواف" کا اثر بلی کے جوٹھے میں ہے -

۲ - عین اس وصف کا اثر اس حکم کی "جنس" میں ظاہر ہو جیسے "صغر" کا اثر حکم نکاح کی جنس "ولایت مال" میں ظاہر ہوا تھا چونکہ جنس میں یہ اثر موجود تھا اس بنا پر نکاح میں بھی اسی کو مؤثر قرار دیا -

۳ - جنس وصف اس حکم (معلل بہ) کے عین میں اثر کرے - مثلاً اگر بے ہوشی کی وجہ سے کوئی شخص بہت سی نمازیں نہ پڑھ سکے تو اس کی قضا نہیں ہے - اس میں وصف (علت) بے ہوشی ہے جو "جنون" کی جنس سے ہے ، جس طرح "جنون" کا اثر حکم میں تھا اور نماز کی قضا مجنون پر واجب نہ تھی اسی طرح عین اسی حکم میں بھی "جنون" کی جنس کا اثر مانا گیا اور طویل بے ہوشی میں افاقہ کے بعد قضا کے واجب نہ ہونے کا حکم دیا گیا -

۴ - جنس وصف کا اثر اس حکم کی جنس میں ہو - مثلاً عذر والی عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے اور سقوط کا یہ حکم وصف (علت) ایام عذر کی وجہ سے ہے - مشقت سفر اس وصف کی جنس سے ہے اس کا اثر دو رکعت نماز کے سقوط میں ظاہر ہوا تھا - چونکہ پوری نماز کا سقوط اسی کی جنس سے ہے اس لیے جنس وصف کا اثر جنس حکم میں ظاہر ہوگا -

یہ واضح رہے کہ جنس سے مراد جنس قریب ہے اور اگر دونوں کی جنسیں بعید ہوں تو "مناسب مرسل" کہیں گے - اس کو بعض

فقہاء تسلیم کرتے ہیں اور بعض نہیں مانتے ہیں ۔ امام مالک نے اسی سے "استصلاح یا مصالح مرسلہ" کا اصول استنباط کیا ہے ۔

امام شافعی کے نزدیک عدالت ''وصف'' کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قبولیت اور صحت کی طرف قلبی رجحان پیدا ہو جائے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وصف پہلے ہی سے ظاہر اور نمایاں ہو ۔ البتہ قلبی رجحان کے بعد احتیاطاً مقررہ اصول پر اسے پرکھ کر دیکھ لینا کافی ہے ۔ امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ وصف کا پہلے سے ظاہر ہونا شرط ہے ۔

(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر : ۱۹۱)

عدم حرج : (Adam Haraj)

حرج کے معنی دشواری اور تنگی کے ہیں ۔ اسلام دین فطرت ہے اور حرج و تنگی کا اس میں سد باب کر دیا گیا ہے یعنی اسلامی شریعت عدم حرج پر مبنی ہے ۔

عرف : (Custom)

عرف کے معنی جانے پہچانے امور خیر کے ہیں ۔ امام غزالی عرف کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں :

عرف و عادت یہ ہے کہ کوئی فعل یا طریقہ عقلی طور پر لوگوں کے نفوس میں اس طرح جا گزیں ہو جائے کہ فطرت سلیم اسے قبول کر لے اور اسلامی دنیا کے سلیم الطبع لوگ اس کے عادی ہو جائیں بشرطیکہ وہ نص شرعی کے برخلاف نہ ہو ۔

فقہاء نے عرف کی یہ تعریف کی ہے کہ :

قول یا عمل میں جمہور کی عادت کا نام عرف ہے ۔

عرف وہ امر ہے جس پر اپنی زندگی گزارنے کے لیے لوگوں کی جماعت متفق ہو جائے اور عادت افراد جماعت کا بار بار عمل ہے ۔ جب کوئی جماعت کسی امر کی عادی ہو جاتی ہے تو وہ ان کا عرف

ہو جاتا ہے لہٰذا جماعت کی عادت اور اس کا عرف نتیجہ کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں اگرچہ مفہوم میں دونوں مختلف ہیں لیکن جماعت سے جو مخصوص ہے اس میں دونوں مل جاتے ہیں -

السید شریف جرجانی کہتے ہیں کہ :

جو بات یا عمل عقل کی شہادت سے لوگوں کے نفوس میں جا گزیں ہو جائے اور طبائع اسے قبول کر لیں وہ حجت ہے کیونکہ اس طرح کی بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے - یہی عادت کا حکم ہے یعنی عقل کے حکم کے مطابق جس بات پر لوگ جم جائیں اور بار بار اس کا اعادہ کریں -

فقہائے کرام نے عرف کو بہت اہمیت دی ہے - چنانچہ امام سرخسی فرماتے ہیں :

" جس امر کے بارے میں نص موجود نہ ہو وہ عرف سے اسی طرح ثابت ہو جائے گی جس طرح نص سے ہوتی ہے" -

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ مفتی اور قاضی کے لیے یہ موزوں نہیں ہے کہ وہ عرف کو نظر انداز کرکے ظاہر مسلک کے قول پر فیصلہ کریں - چنانچہ محمد بن الفضل سے یہاں تک مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ چونکہ مزدور کام کے دوران بالعموم ناف سے ذرا نیچے تہبند باندھتے ہیں، اس لیے ان کی حد تک پیٹ کا یہ حصہ ستر کے حکم میں داخل نہیں ہے - مگر ان کی یہ رائے درست نہیں ہے کہ یہ بات خلاف نص ہے -

شیخ مصطفیٰ زرقاء لکھتے ہیں کہ :

" اسلامی شریعت کی نظر میں لوگوں کے درمیان واقع ہونے والے بہت سے اعمال کے احکام کے لیے عرف ایک عظیم الشان سند کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا دائرہ اثر مختلف فقہی مسائل کی تجدید ترمیم، اطلاق اور تقیید کے بہت سے پہلوؤں پر محیط ہے"۔
کیونکہ عرف نئی نئی ضروریات کے پیدا ہونے سے وجود میں

آتا ہے - بہت سے معاملات کا مدار یہی عرف بن جاتا ہے کہ اسی سے الفاظ و کلام کے معنی کا تعین ہوتا ہے اور اسی سے حقوق اور ذمے داریوں کی تحدید ہوتی ہے -

عرف کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ عقود و معاملات میں بے حد تفصیلی و قانونی دفعات (نصوص) کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عرف پر اعتماد کرنے سے واقعات کی جزئیات خود بخود طے ہو جاتی ہیں -

آگے چل کر فرماتے ہیں کہ :

فقہائے کرام کی عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عادت سے متعلق اعمال میں اور تمدنی معاملات میں عرف کو سلطان مطلق (Absolute jurisdiction) اور مکمل رہنمائی حاصل ہے کہ اس کے ذریعہ احکام لازم کیے جائیں ، عقود کے آثار کی تقیید کی جائے اور ذمہ داریوں کی تحدید کی جائے ، بشرطیکہ عرف نص تشریعی کے خلاف نہ ہو -

عرف و رواج قانون ساز اور قانونی تدوین کار کے لیے دو طرح سے مفید ہے کہ اسے قانون سازی کے لیے مواد بھی میسر آ جاتا ہے اور وہ قانون کی تخلیق نو کی کلفت سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے -
(سامن آن جورس پروڈنس)

اوپر بیان ہوا ہے کہ اسلامی قانون نے "رواج" کی بجائے عرف کی اصطلاح اس لیے استعمال کی ہے کہ اس میں حسن کا ایک پہلو ، عقل سلیم سے مطابقت کا ایک عنصر اور مفاد کا ایک گونہ لحاظ خود بخود متصور ہوتا ہے - بہرحال عمومی حیثیت سے ہر عرف کو قانونی حیثیت دے دینا درست نہیں ہے اس طرح قرآن و سنت کے حدود و قیود کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی - خالص دنیاوی قوانین نے بھی مطلقاً رسم و رواج کو ماخذ قرار نہیں دیا ہے بلکہ اس کے معقول ہونے ، ضروری ہونے ، قانون موضوعہ کے مطابق ہونے اور ایک طویل مدت سے جاری ہونے کی شرائط عائد کی گئی ہیں -

(رواج اس قدر قدیم زمانے سے موجود ہو کہ قانون کی زبان میں انسان کی یاد داشت میں اس کے برعکس بات موجود نہ رہی ہو) ۔
(تعامل ، عادت اور عرف)

عرف خاص : (Custom prevalent in a particular place)

عرف خاص وہ ہے جو کسی خاص مقام اور طبقہ ہی میں مشہور ہو جیسے تاجروں اور کسانوں کا عرف ۔ یہ عرف نص کے بالمقابل تسلیم نہیں ہوگا ۔ لیکن ایسے قیاس کے بالمقابل تسلیم کیا جائے گا جس کی علت نص قطعی سے یا نص قطعی کے مشابہ نص سے ثابت نہ ہو ۔

عراق میں "دابہ" گھوڑے کو کہتے ہیں حالانکہ اس کے معنی زمین پر چلنے والے جانور کے ہیں ۔ بعض ملکوں میں کئی منزلہ مکانات ہوتے ہیں وہاں فروخت کرنے اور کرائے پر دینے میں لفٹ کی شرط عرف میں داخل ہے ۔

اسی طرح تمام علوم و فنون کی اصطلاحات بھی عرف خاص میں شمار ہوں گی ۔

اصل بات یہ ہے کہ عرف خاص بہت ہی متنوع ہے اس کی بیشمار نو بہ نو صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں ۔ کیونکہ مصالح انسانی بدلتی رہتی ہیں اور ان مصالح کے حصول کے ذرائع بھی تغیر پذیر رہتے ہیں اسی طرح انسانی ضروریات اور تعلقات کی بھی نت نئی شکلیں پیدا ہوتی رہتی ہیں ۔

(تعامل ، عادت اور عرف)

عرف عام : (Custom prevalent every where)

ابن عابدین فرماتے ہیں کہ :

وہ عرف جس پر ممالک اسلامیہ کے عام لوگوں کا تعامل ہو خواہ وہ تعامل قدیم ہو یا جدید ۔

بہرحال عرف عام یہ ہے کہ ایک ملک کے تمام شہری اس پر متفق ہوں ۔ عرف کی مثال میں عام طور پر فقہاء عقد استصناع کی مثال پیش کرتے ہیں کہ کوئی شے آرڈر دے کر بنوائی جائے ۔ اب اس کا رواج عام ہے اور بڑے بڑے کارخانے تک اس اصول پر بنتے ہیں کہ پہلے معاملہ کر لیا جاتا ہے اور بعد میں وہ شے وجود میں آتی ہے ، جب کہ شرعی لحاظ سے یہ بیع "مالیس عندہ" کے ذیل میں آتی ہے لیکن عرف عام ہونے کی بنا پر اورکثرت تعامل سے اس میں سے ضرر کا اندیشہ دور ہوگیا اس لیے اسے جائز قرار دیا گیا اور کہا گیا ہے :

> قیاس کے لحاظ سے بیع استصناع کو جائز نہیں ہونا چاہیے لیکن ہم نے قیاس کو اس لیے ترک کر دیا کہ اس پر مسلسل تعامل ہے اور صحابہ تابعین اور کسی بھی دور کے فقہاء نے اس پر اعتراض نہیں کیا ، اسی دلیل سے قیاس کو ترک کر دیا گیا ۔

اسی طرح فقہاء دخول حمام کی مثال دیتے ہیں کہ حمام (Public Bathroom) میں جانے کی ایک مقررہ اجرت ہے لیکن کوئی شخص جا کر زیادہ وقت اور زیادہ صابن پانی استعمال کرتا ہے جب کہ دوسرا شخص کم استعمال کرتا ہے اس کو بھی بربنائے عرف درست قرار دیا گیا ۔

قیمتی برتنوں میں جو اشیاء بطور ہدیہ بھیجی جاتی ہیں ان کے واپس کر دینے اور ڈبوں اور ٹوکروں میں جو اشیاء بھیجی جاتی ہیں ان کے واپس نہ کر دینے کا مدار بھی یہی عرف عام ہے ۔

فقہائے احناف کہتے ہیں کہ عرف عام کی بنا پر قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اسے استحسان عرف کہتے ہیں اور اگر عام ظنی ہو اس کی تخصیص بھی عرف عام سے ہو جاتی ہے ۔ نص ظنی کے عموم کو عرف سے ترک کر دینے کی مثال یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا لیکن جمہور

فقہائے احناف اور مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ ہر وہ شرط جائز ہے جسے عرف معتبر قرار دیتا ہو۔

(تعامل ، عادت اور عرف)

عرف عملی : (Custom relating to actions)

(عرف عملی یہ ہے کہ لوگ اپنے عادی افعال یا تمدنی معاملات میں کسی خاص طرز یا کسی خاص طریقہ کے عادی ہو جائیں) ۔

الافعال العادیہ سے مراد ایسے افعال ہیں جن کو لوگ محض عادتاً کرتے ہوں اور ان پر حقوق کے تصفیہ یا اجتماعی مصالح کا مدار نہ ہو جیسے رہن سہن اور کھیتی باڑی کے طریقے اور لباس کی مخصوص تراش وغیرہ ۔ المعاملات المدنیة سے مراد ایسے معاملات ہیں جن سے کوئی حق ثابت ہوتا ہو یا ساقط ہوتا ہو ۔ مثلاً یہ رواج کہ نکاح کے وقت مہر کا کچھ حصہ دے دیا جائے ۔ اس رواج کے مطابق مہر کا اس قدر حصہ اسی وقت دینا ضروری ہوگا ۔

(تعامل ، عادت اور عرف)

عرف لفظی (یا قولی) : (Custom relating to words)

از روئے زبان کسی لفظ کے ایک متعین معنی ہیں لیکن عام استعمال میں وہ لفظ کسی اور مفہوم میں مستعمل ہونے لگا ہے جیسے شربت کے لغوی معنی پینے کے ہیں ۔ لیکن عرف میں اس کا استعمال ایک مشروب کے لیے ہوتا ہے جس میں شیرینی ہو ۔ اس لیے لفظ شربت کے استعمال میں اگر لغوی معنی مراد ہوں تو اس کےلیے کوئی قرینہ ہونا ضروری ہے ۔ اس لحاظ سے ہر طرح کے علم و فن کی اصطلاحات اور پیشہ ورانہ الفاظ عرف لفظی ہیں ۔ حنفی فقہاء ان کو مخصص تصور کرتے ہیں مگر شافعی فقہاء نہیں کرتے ۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرے لیے غلہ خرید لو تو حنفی فقہاء کے نزدیک گندم ہی مراد ہوگا ۔ شافعیہ کے یہاں نہیں ۔

(تعامل ، عادت اور عرف)

علامت : (Indication)

علامت کے معنی "نشان" کے ہیں جیسے راستہ اور مسجد کے لیے ستارہ نشان کا کام دیتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں حکم کے وجود کا پتہ نشان دینے والی شے کو علامت سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

"وہ شے جو حکم کے وجود کا پتہ دے مگر نہ حکم کے وجود سے کوئی تعلق رکھے اور نہ ثبوت سے تعلق رکھے" ۔

(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر)

عزیمت : (Strict law)

شریعت کا اصل اور اولین حکم، ایسا حکم عام جو تمام انسانوں کو شامل ہو اور سب اس کے مخاطب ہوں ۔

عفو : (Forgiveness)

در گزر کرنا ، قابل مواخذہ نہ ہونا ۔

علت : (Effective cause)

وہ امر مشترک جو نص میں اور فرعی مسئلہ میں موجود ہو اور نص کا حکم اس پر مبنی ہو ۔ بعض فقہاء نے کہا ہے کہ علت وہ ظاہری وصف ہے جو منضبط ہو اور حکم کے مناسب ہو ۔ فقہائے اصولیین کہتے ہیں کہ علت وہ وصف متمیز ہے جس کے حکم کا مدار ہونے کی تائید اصل شرعی سے ہوتی ہو ۔

علت از روئے زبان اس عارض (وقتی طور پر پیش آنے والے امر) کو کہتے ہیں جو محل کے وصف میں تغیر پیدا کرے ۔ فقہاء کی اصطلاح میں جس عارض کے پائے جانے کے وقت حکم کا ثبوت ہو اسے علت کہتے ہیں ۔ ابن امیر الحاج فرماتے ہیں کہ علت وہ ہے کہ حکم کا تقرر اس کے پائے جانے کے وقت ہو اور اس کے سبب سے حکم کا تقرر نہ ہوا ہو ۔

(التقریر : ۱۴۱)

قیاس میں تمام تر مدار علت ہی پر ہوتا ہے - علت کے دریافت کرنے کے کئی طریقے ہیں -

۱ - خود قرآن کریم اور سنت کی نصوص میں صراحتاً علت بیان کی گئی ہو جیسے گھر کا کام کاج کرنے والوں اور بچوں کو تین وقت کے علاوہ اور اوقات میں اجازت طلب کیے بغیر گھر کے اندر آنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس کی علت کثرت طواف (زیادہ آمد و رفت) کی وجہ سے بار بار اجازت میں دشواری بیان کی گئی ہے - یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن و سنت میں صراحتاً علت مذکور نہ ہو لیکن اشارتاً اور کنایۃً علت بیان کر دی گئی ہو -

۲ - اجماع سے علت کا ثبوت ، یعنی اگرچہ قرآن و سنت میں صراحتاً یا اشارۃً علت کا ذکر نہ ہو لیکن اس امر پر اجماع ہوگیا ہو کہ فلاں حکم کی علت فلاں شے ہے مثلاً وراثت میں حقیقی بھائی باپ شریک بھائی پر مقدم ہوگا اور اس کی علت ماں اور باپ دونوں میں شرکت قرار پائی ہے - یا نابالغ بچہ کا ولی اس کا باپ ہوتا ہے اور اس کی علت صغر سنی قرار پائی ہے -

۳ - اجتہاد و استنباط سے علت کا دریافت کرنا - اس کے کئی طریقے ہیں -

پہلا طریقہ مناسبت ہے - مناسبت کا مفہوم یہ ہے کہ اجتہاد کے ذریعے سے حکم کی جو علت دریافت کی جائے وہ ان علتوں کے مناسب (موافق) ہو جو قرآن و سنت سے صراحۃً کنایۃً یا اجماع سے ثابت ہیں مثلاً نکاح کی ولایت میں وصف "صغر" علت ہے ، مال کی ولایت میں بھی یہی وصف "صغر" علت ہے - اس کے مناسب نص سے جس وصف کی علیت ثابت ہے وہ کسی چھوٹے کے حکم میں وصف طواف (کثرت سے آمد و رفت) ہے - ان دونوں کی مناسبت حرج اور ضرورت ہے جو دونوں میں پائی جاتی ہے - اس طرح نئے مسئلہ (ولایت نکاح و مال) کے وصف (علت) کی مناسبت منصوص مسئلہ

کے وصف سے ثابت ہوئی -

علت کی چار شرائط ہیں :

۱ - علت وصف ظاہر ہو یعنی اس ظاہر سے اس کا ادراک کیا جا سکے -

۲ - علت وصف منضبط ہو ، یعنی ایسی محدود اور متعین حقیقت ہو کہ وہ فرع میں بالکل برابر اور مساوات کے ساتھ وجود میں آسکے -

۳ - علت وصف مناسب ہو یعنی حکم کی علت اور خود حکم میں عقلی مناسبت موجود ہو - وصف مناسب کی چار اقسام ہیں :

۱ - مناسب مؤثر -

۲ - مناسب ملائم -

۳ - مناسب مرسل -

۴ - مناسب ملغی -

۴ - علت متعدیہ ہو - یعنی یہ علت صرف اصل حکم ہی میں نہ پائی جائے بلکہ دوسرے حکم میں سرایت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو -

علت متعدیہ : (Illat Mutaaddiyah)

علت کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ متعدیہ ہو یعنی اس بات کی صلاحیت رکھتی ہو کہ دوسرے حکم میں بھی سرایت کر سکے - مثلاً خمر (شراب) کے حرام ہونے کی علت نشہ ہے - اگر کسی اور شے میں نشہ پایا جائے تو وہ بھی حرام ہوگی یعنی خمر کی حرمت کی علت ایسی ہے جو دوسرے حکم میں متعدی ہو جاتی ہے لیکن حالت سفر میں روزہ چھوڑ دینے کی اجازت کی علت سفر ہے جو ایسی علت ہے جو دوسرے کسی حکم میں سرایت نہیں کر سکتی- مثلاً یہ کہ حالت سفر میں نماز ترک نہیں کی جا سکتی -

دیکھیے : علت -

علم اصول فقہ : (Jurisprudence)

فقہ کے نشو و نما کے ساتھ اصول فقہ بھی وجود میں آ گیا - اگرچہ فقہ کی تدوین کا عمل پہلے شروع ہوا اور اصول فقہ کی تدوین بعد میں شروع ہوئی - فقہ کا آغاز صحابہ کرام کے دور ہی میں ہوگیا تھا اور فقہائے صحابہ میں سے حضرت عمر بن الخطاب ، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود جو فقہی آراء بیان فرماتے تھے وہ بلا قاعدہ نہیں ہوتی تھیں بلکہ ان کے اجتہادات کے پس منظر میں اصول اجتہاد بھی کار فرما ہوتے تھے- چنانچہ جب مے نوشی کی سزا مقرر کرنے کا معاملہ سامنے آیا تو حضرت علی نے اس طرح اجتہاد فرمایا کہ مے نوش شراب پی کر عقل سے بے گانہ ہو جاتا ہے اور اس مدہوشی کے عالم میں عین ممکن ہے کہ وہ کسی پر تہمت لگا دے - چونکہ شراب کی مدہوشی میں جرم قذف ہونا ممکن الوقوع ہے اس لیے شراب نوشی کی سزا اسی طرح اسی کوڑے مقرر کر دی جائے جیسا کہ جرم قذف کی سزا اسی کوڑے مقرر ہے - اسی طرح اس مسئلہ کے حل میں کہ جو عورت حاملہ ہو اور اس کا شوہر وفات پا جائے تو اس کی عدت کیا ہونی چاہیے- حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ سورہ طلاق ، سورہ نساء کے بعد نازل ہوئی ہے - سورہ نساء میں حکم ہے کہ جس بیوی کا شوہر وفات پا جائے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور سورہ طلاق میں ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے - گویا حضرت عبداللہ بن مسعود کے اجتہاد کا یہ منشا تھا کہ بعد میں آنے والے شرعی حکم سے سابقہ حکم شریعت کی تخصیص ہو جائے گی اور وضع حمل کی قید سورہ نساء کے حکم کی اس طور پر تخصیص کر دے گی کہ جس کا شوہر انتقال کر جائے اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی -

تابعین کے دور میں اجتہاد اور استنباط میں مزید توسع ہوا اور قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ اخذ احکام میں صحابہ کرام کے فتاوی

کو بھی پیش نظر رکھا جانے لگا اور اس دور کے فقہاء نے مصالح کو بھی اخذ احکام کی اساس بنایا اور قیاس کے طریقے کو بھی اختیار کیا ۔ اس دور کے نمایاں فقہاء حضرت سعید بن المسیب ، علقمہ اور ابراہیم نخعی ہیں ۔

تابعین کے بعد ائمہ مجتہدین کا دور آتا ہے ۔ اس دور میں مناہج اجتہاد میں توسع ہوا اور اصول فقہ نے مزید نشو و نما پایا ۔ اصول استحسان وضع ہوا اور امام مالک نے تعامل اہل مدینہ کو بنیادی ماخذ قرار دیا ۔

امام شافعی نے الرسالۃ کے نام سے اصول فقہ کی تدوین کی ۔ انہوں نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ، آراء صحابہ اور تمام موجود فقہی ذخیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاس کے قواعد اور استنباط احکام کے اصول مدون کیے ۔ امام شافعی اس فن کے اولین مدون کرنے والے قرار پائے اور ان کی بیمثال تصنیف الرسالۃ کو اصول فقہ اور قواعد اجتہاد کی اولین تصنیف کا اعزاز حاصل ہوا۔
(اصول الفقہ)

(غ)

غیر منطوق : (Not described by law)

ایسا امر جس کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی حکم وارد نہ ہوا ہو -

دیکھیے : مسکوت عنہ -

(ف)

فتح الذرائع : (To provide means)

فتح کے معنی کھولنے کے ہیں - ان ذرائع کو کھولنا، ان وسائل کو فراہم کرنا اور ان امور کو مہیا کرنا جو کسی مصلحت کے حصول کی جانب لے جاتے ہوں ، مثلاً نماز کے لیے کاروبار بند کر دینا -

شریعت اسلامی کے ایسے احکام جو بذات خود مقصود نہ ہوں بلکہ حصول مقصود کا ذریعہ اور وسیلہ بنتے ہوں - مثلاً کسی ملک کے اچھے شہری تیار کرنے کے لیے نظام تعلیم جاری کرنا -

فرض : (Obligatory Act)

دیکھیے : واجب -

فرض عین : (Personal obligation)

دیکھیے : واجب عینی -

فرض کفایہ : (Fard kifaya)

دیکھیے : واجب کفائی -

فرع : (Branch)

وہ واقعہ یا مسئلہ جس کے بارے میں نص موجود نہ ہو اور اسے اصل پر قیاس کرکے اس کا حکم معلوم کرنا مقصود ہو -

فقہ : (Jurisprudence)

فقہ کے لفظی معنی گہری بصیرت اور فہم عمیق کے ہیں - اصطلاحاً اس کا مفہوم یہ ہے کہ شریعت کے مفصل دلائل کی روشنی

میں عملی احکام شریعت معلوم کرنا ۔ اس تعریف کی رو سے شریعت کے اعتقادی احکام ، اللہ کی وحدانیت اور انبیاء اور رسولوں کی بعثت اور آخرت سے متعلق شریعت کی تعلیمات فقہ کا موضوع نہیں ہیں، اسی طرح اس تعریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقیہ کا کام یہ ہے کہ وہ احکام شریعت کا تفصیلی دلائل سے استخراج کرے اور جو حکم شریعت بیان کرے تو قرآن کریم ، سنت نبوی اور فتاوائے صحابہ سے اس کے دلائل مہیا کرے ۔

(اصول الفقہ)

(ق)

قرآن کریم : (Quran)

اسلامی قوانین کا سرچشمہ یا پہلا بنیادی اصول قرآن کریم ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اس وقت سے لے کر اب تک مصاحف میں انہی الفاظ کے ساتھ مسلسل محفوظ ہو کر ہمارے پاس موجود ہے تا کہ سب انسانوں کے لیے دستور العمل کا کام دے سکے اور ہر ایک اپنے عقائد و اخلاق اور قوانین سازی میں اس سے رہنمائی حاصل کر سکے بلکہ اس کی تلاوت بھی کار ثواب ہے اور عبادت کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی مرکز شریعت و رسالت ہے۔ تمام علمائے اسلام کا اسی پر اتفاق ہے کہ قرآن ہی تمام احکام شریعت کا پہلا ماخذ ہے بلکہ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ صرف قرآن کریم میں اصل ماخذ ہے۔

اسلامی قوانین کے لیے قرآن کریم کو اصل ماخذ قرار دینے کے لیے کسی مذہبی ثبوت یا دلیل کی حاجت نہیں ہے اور اس کی حجیت کو ثابت کرنے کے لیے عقلی اور نقلی دلائل لانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ امام شاطبی نے اپنی کتاب موافقات میں تحریر کیا ہے تمام مسلمان اسے تسلیم کرتے ہیں۔

ہمارے لیے اس کا قابل حجت ہونا بالکل واضح ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی قانون سازی میں اس کی طرف رجوع کریں کیونکہ یہ خدا کا کلام ہے لہٰذا نہ صرف اس کے احکام کو ماننا ہی ضروری ہے بلکہ ان احکام کو نافذ کرانا بھی ضروری ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

"اگر کسی چیز میں تمھارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو بشرطیکہ تم اللہ اور قیامت کے دن پر

ایمان رکھتے ہو یہی اچھا طریقہ ہے اور اس کا نتیجہ بھی بہتر ہے"۔

قرآنی شریعت میں کچھ احکام ہیں اور کچھ بنیادی اور عام اصول ہیں جن کے ذریعے شریعت کے بنیادی قوانین و مقاصد معلوم ہو سکتے ہیں - قرآن کریم میں وہ تمام باتیں بیان کر دی گئی ہیں جن کی ضرورت ہر زمانے میں مختلف قوموں کو پیش آ سکتی ہے - یہ اصول قوموں کے لیے امن و عزت کی زندگی کے ضامن ہیں اور انھیں عدل و مساوات کے ذرائع حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں بلکہ یہ ان کی روحانی ، جسمانی ، مادی اور ذہنی خوشحالی کا لازمی حصہ ہیں - یہ اصول اعتدال پر مبنی ہیں - ان میں افراط و تفریط نہیں ہے کیونکہ وہ شریعت جو ہمیشہ باقی رہنے والی اور غیر فانی ہو - اس کے اوصاف یہی ہونے چاہئیں اور اس وجہ سے ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شریعت ختم ہوگئی - لہٰذا یہ دین اسلام ایسا مکمل ترین مذہب ہے جو انسانیت کی تمام ضروریات کی تکمیل کر سکتا ہے -

یہی وجہ ہے کہ قرآنی شریعت ایسی ہے جو اقوام و ازمنہ کے اختلاف کے ساتھ ساتھ بدلتی نہیں ہے - اس کے بعض احکام مفصل ہیں ، جیسے گھر اور خاندان کی اصلاح کے لیے مخصوص قوانین ہیں- نیز ان بڑے جرائم پر سزائیں مقرر ہیں جن کے بد ترین اثرات معاشرہ پر نمودار ہو سکتے ہیں یعنی جن میں جان و مال اور آبرو پر حملہ کیا جاتا ہے -

فقہاء نے قرآن حکیم کے اسی حصہ سے بحث کی ہے جس کا تعلق فقہی احکام سے ہے اور یہ حصہ متفرق پانچ سو آیتوں کے قریب ہے - اس سے متعلق حسب ذیل قسم کی باتوں کا جاننا ضروری قرار دیا گیا ہے :

(۱) ناسخ و منسوخ - کون سی آیت ناسخ ہے اور کون سی منسوخ -

(۲) مجمل و مفسر - کون مجمل ہے اور شرح و تفسیر کے لیے کون سی آیت ہے -

(۳) خاص و عام - اپنے مفہوم کے اعتبار سے کون سی آیت خاص ہے اور کون عام ہے -

(۴) محکم و متشابہ - کون سی آیتیں عملی زندگی میں اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں اور انسانی عقل واضح طور پر ان کا ادراک کر سکتی ہے اور کون سی ایسی ہیں جن کا تعلق ایمانیات سے ہے اور ان کے حقائق ماورائے عقل ہیں کہ واضح طور پر ان کا ادراک ہماری دسترس سے باہر ہے اور ہماری ضرورت و ذمہ داری میں داخل نہیں ہے -

(۵) اس بات کا علم بھی ضروری ہے کہ عمل میں لانے کی جو باتیں ہیں وہ کس درجہ کی ہیں - فرض ، واجب، سنت، مستحب وغیرہ اور نہ کرنے سے متعلق جو باتیں ہیں ان کی کیا نوعیت ہے - حرام ، مکروہ وغیرہ -

فقہاء نے ان کے علاوہ اور بہت سی تشریحات کی ہیں اور استدلال و استنباط کے طریقے مقرر کیے ہیں - وہ بھی نہایت اہم ہیں اور ایک مجتہد و فقیہ کے لیے ان سے واقفیت حاصل کرنا بھی بڑی حد تک ضروری ہے -

قرینہ : (Indication)

جو امر صریح نہ ہو مگر مراد پر دلالت کرتا ہو اسے قرینہ کہتے ہیں -

قواعد فقہیہ : (Legal Maxims)

ایسے کلمات اور اساسی ضوابط جن کا تعلق ایک ایسے قیاس سے ہو جو بہت سے احکام کو مشتمل ہو جیسے قواعد ضمان اور قواعد ملکیت - فقہ اسلامی کے علماء نے اپنی اجتہادی تحقیقات میں ایسے کلیہ قاعدوں کو پیش نظر رکھا ہے جو اپنے اعلیٰ مقاصد اور اہمیت کے

لحاظ سے عہد حاضر کے قانونی مبادیات سے کسی طرح کم تر نہیں ہیں خواہ ان کے ناموں اور اصطلاحات میں فرق ہو - یہ سب قواعد اسلامی قانون سازی کی صحیح روح کی حفاظت کرتے ہیں اور حق و انصاف اور مساوات کی اعلیٰ قدروں کی تکمیل کرتے ہیں - وہ نہ صرف عوام کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں اور ان کی خرابیوں کو دور کرتے ہیں بلکہ وہ زمانہ کی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہیں - ان کے ذریعے معاملات کی بنیاد لوگوں کی بھلائی پر اور بدی سے اجتناب پر رکھی گئی ہے -

یہ قواعد بہت اہم ہیں اور ان کے بہت سے فوائد ہیں - جب کسی فقیہ اور عالم کو فروعی مسائل میں کوئی دلیل و حجت نہ ملے تو یہ قواعد مسائل کی صحیح حکمت معلوم کرنے میں اس کی رہنمائی کرتے ہیں - اسی لیے فقہ کے علماء نے ان قواعد پر جداگانہ کتابیں لکھی ہیں تاکہ ان کی توضیح و تشریح کا پورا پورا حق ادا کریں - اس طرح انھوں نے ایسا ذخیرہ چھوڑا ہے جس سے اسلامی شریعت کی اصل حقیقت واضح ہوکر اس کا اصل جوہر اور پاکیزہ عنصر نمایاں ہو جاتا ہے - اسی وجہ سے فقہائے کرام نے طالبان شریعت کو اس چشمۂ شیریں سے سیراب ہونے کی دعوت دی ہے -

قیاس : (Analogy)

امام شوکانی اور دیگر علمائے اصول نے قیاس کی کئی طرح تعریفیں کی ہیں - جن میں سے اکثر اعتراض اور تنقید سے خالی نہیں ہیں - ہمارا مقصد ان سب تعریفوں کو بیان کرنا نہیں ہے - البتہ چند تعریفوں کو ہم اس لیے بیان کر رہے ہیں کہ ان کے ذریعے اصل حقیقت معلوم ہو سکے -

بعض علماء نے قیاس کی یہ تعریف کی ہے "تلاش حقیقت میں پوری کوشش صرف کی جائے" - دوسرے لوگوں نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ "نامعلوم حکم کو معلوم و مذکور حکم کے ساتھ شامل کر دیا جائے" - محققین کی ایک جماعت کی یہ رائے ہے کہ "کسی

مسئلے کی شاخ کو اصل مسئلہ کے ساتھ اس کی اصل وجہ میں برابر کا شریک کیا جائے ، یا اس کے کسی خاص مفہوم میں اس پر اضافہ کیا جائے "۔ ایک عالم نے قیاس کی یہ تعریف کی ہے کہ "اصل مسئلہ کے مضمون کو فرعی مسئلہ میں بھی ثابت کیا جائے ، کیونکہ ایک مجتہد کے نزدیک دونوں میں اصل وجہ مشترک پائی جاتی ہے"۔ ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ "فرعی مسئلہ میں اصل مسئلہ کے حکم کو برقرار رکھا جائے ، کیونکہ دونوں میں مشترکہ سبب پایا جاتا ہے"۔

غرض قیاس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسے مسئلے کو جس میں کوئی نص شرعی موجود نہ ہو ، حکم کی علت میں اشتراک کی بنا پر اس مسئلے سے ملایا جائے ، جس میں واضح اور مخصوص طریقے پر شرعی حکم موجود ہو ۔

اس تعریف کے لحاظ سے قیاس کے چار ارکان وجود میں آتے ہیں:

۱ ۔ مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا گیا) یعنی وہ مسئلہ جس میں اس کا حکم بیان کرنے والی نص موجود ہے اس کا نام اصول فقہ کی زبان میں "اصل" ہے ۔

۲ ۔ مقیس (جسے قیاس کیا گیا) یعنی وہ مسئلہ جس میں اس کے حکم کی حامل نص موجود نہیں ہے اور جس کے حکم کا معلوم کرنا اس قیاس سے مقصود ہے ۔ اسے اصول فقہ میں "فرع" کہا جاتا ہے ۔

۳ ۔ حکم ، اس سے مراد وہ حکم شرعی ہے جو اس مسئلے کے بارے میں موجود ہے جس میں نص وارد ہے اور جس سے فرع کا حکم معلوم کرنا مقصود ہے ۔

۴ ۔ علت ، اس وجہ کو کہتے ہیں جس کی بنا پر وہ حکم اصل میں وجود میں آیا ہے اور جو وجہ فرع میں بھی موجود ہے۔

اکثر صحابہ ، تابعین ، فقہاء اور متکلمین کا یہ فیصلہ ہے کہ رائے اور قیاس کے ذریعے اجتہاد کرنا شریعت اسلامیہ کا ایک

بنیادی اصول ہے اور اس کے ذریعے شرعی احکام کو ثابت کیا جا سکتا ہے اس بارے میں کئی احادیث منقول ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہؓ اور تابعین کے عہد میں جب کتاب و سنت میں کوئی حکم نہیں ملتا تھا تو اس وقت قیاس پر عمل ہوا کرتا تھا ۔

قیاس کے موافقین نے قیاس شرعی کو ثابت کرنے کے لیے عقلی اور نقلی دونوں قسم کے دلائل پیش کیے ہیں جس میں انھوں نے کتاب و سنت اور اجماع کی طرف رجوع کیا ہے گو ان کے کچھ دلائل نقص اور خامیوں سے خالی نہیں ہیں ، تاہم ان کے دلائل بالعموم قوی ہیں ۔ ذیل میں ان کے چند دلائل کو بیان کیا جاتا ہے۔

قیاس الاشباہ : (Analogy of semilitudes)

قیاس الاشباہ کا مفہوم یہ ہے کہ جس نئے مسئلہ کو قیاس کرنا مقصود ہو وہ دو اصل (حکم) کے مشابہ ہو ۔ ایک اصل حکم کے ساتھ اس کی مشابہت حکم میں ہو اور دوسرے اصل کے ساتھ مشابہت صورت میں ہو ۔

امام شافعیؒ مشابہت "فی الحکم" کو ترجیح دیتے ہیں اور امام احمدؒ امام ابوحنیفہؒ (ایک قول کے مطابق) مشابہت "فی الصورۃ" کو ترجیح دیتے ہیں ۔ مثلاً مقتول غلام کا معاملہ ہے ۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا حکم دوسرے تمام غلاموں جیسا ہے کہ قاتل پر اس کی قیمت واجب ہے اگرچہ وہ قیمت دیت "خون بہا" سے زیادہ ہو جائے اور امام ابو حنیفہؒ و امام احمدؒ چونکہ صورۃً اس کو تمام غلاموں کے مشابہ قرار دیتے ہیں اس بناء پر ان کے نزدیک قیمت "دیت" سے زیادہ نہ واجب ہوگی ۔

(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر ۱۹۴)

قیاس جلی : (Obvious analogy)

قیاس جلی وہ ہے جس کی جانب ذہن جلد منتقل ہو اور زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہ پڑے ۔ قیاس جلی کے بالمقابل ہمیشہ

قیاس خفی نہیں ہوتا - بلکہ قرآن و سنت کی کوئی نص ، اجماع یا ضرورت بھی اس کے مقابل ہو سکتے ہیں -

اس طرح قیاس ظاہر سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کو چھوڑنے پر آمادہ کرنے والی اور اس کے خلاف حکم کو ترجیح دینے والی چار چیزیں ہیں :

(۱) نص -

(۲) اجماع -

(۳) ضرورۃ -

(۴) قیاس خفی - اور ان سب پر استحسان کا لفظ استعمال ہوتا ہے -

قیاس خفی : (Qyas khafi)

قیاس خفی وہ ہے کہ جس کی جانب غور و فکر اور دقت نظر کے بعد ذہن منتقل ہو -

---

(ک)

کتاب اللہ : (Kitabullah)

کتاب اللہ اور قرآن مجید سے مراد اللہ کا وہ کلام ہے جو نبی کریمؐ پر نازل کیا گیا ۔ جسے حضرت جبرائیل علیہ الصلاۃ والسلام اللہ کی جانب سے حضور کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور جو مصاحف میں تحریر شدہ موجود ہے اور جو حضور اکرم علیہ التحیۃ والتسلیم سے لے کر آج تک متواتر منقول ہوتا چلا آیا ہے ۔

لغت میں کتاب کے معنی ہر لکھی ہوئی شے کے آتے ہیں اور قرآن دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ، یا بمعنی مصدر یعنی پڑھنا ، یا بمعنی مفعول یعنی جو شے پڑھی جائے ۔ پھر عرف شرع میں ہر دو لفظ کلام اللہ کے ساتھ مخصوص ہو گئے ۔

(اصول فقہ : ۸۸)

دیکھیے : قرآن ۔

کلام : (Speech)

کلام کے معنی ہیں بات اور گفتگو ۔ اصطلاحاً اس سے کلام الٰہی مراد ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم اور غیر مخلوق ہے اور کلام کی دو قسمیں ہیں :

(۱) کلام لفظی ۔

(۲) کلام نفسی ۔

کلام لفظی: (Wordings of speech)

اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جو کلام نفسی پر دلالت کرتے ہیں ۔

یعنی اس مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں جو کلام نفسی سے معلوم ہوتا ہے - اس کلام لفظی کو مجازاً غیر مخلوق کہا جاتا ہے نہ کہ حقیقۃً -

کلام نفسی (Meanings of speech)

کلام نفسی سے مراد وہ معانی ہیں جو ذات خداوندی سے قائم ہیں اور اس سے جدا نہیں ہو سکتے یعنی خدا جو کلام کرتا ہے وہ کلام نفسی ہے اور کلام اس کی صفت ہے جو نہ مخلوق ہے نہ حادث - لیکن وہ اپنے کلام میں الفاظ کا محتاج نہیں - اس لیے کلام اللہ غیر حادث ہے -

کنایہ : (Allusive words)

کنایہ وہ لفظ ہے جس کے معنی پوشیدہ ہوں اور مجاز تا وقتیکہ متعارف نہ ہو کنایہ کے حکم میں داخل ہے اور کنایہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے اس وقت حکم ثابت ہوگا جب کہ نیت کا وجود ہو یا حال اس پر دلالت کرتا ہو - کیونکہ کنایہ میں ایسی دلیل کا وجود ضروری ہے جس سے تردد رفع ہو اور اس دلیل کے ذریعہ اس کی بعض وجوہ کو ترجیح دی جا سکے - کیونکہ الفاظ کنایہ میں خفا ہوتا ہے - اس لیے ضروری ہے کہ یا تو متکلم کی نیت کا حال معلوم ہو یا کوئی ایسا قرینہ پایا جاتا ہو جس کے باعث ایک معنی کو راجح کہا جا سکے جس سے وہ تردد رفع ہو جائے - مثلاً غیظ و غضب یا مذاکرہ طلاق کے وقت حرمت بائن وغیرہ کے الفاظ استعمال کرنا ایسے قرینے ہیں جن سے بظاہر طلاق ہی مفہوم ہوتی ہے - برخلاف صریح کے کہ اس میں نیت کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی -

حرمت و بینونت وغیرہ کے الفاظ صرف طلاق کے معاملے میں کنایہ ہیں ، اگرچہ اپنے معنی موضوع لہ کے اعتبار سے کنایہ نہیں ہیں - کیونکہ یہ ایک ظاہر امر ہے کہ بینونت کے معنی جدا ہونا ہیں ، اس میں کسی قسم کی پوشیدگی نہیں - اسی طرح لفظ تحریم کے معنی میں بھی کوئی خفا نہیں - لیکن جس وقت کوئی خاوند اپنی

بیوی سے "انت بائن" یا "انت حرام" کہے تو اس میں یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ عورت کے لیے جو بینونت یعنی جدائی ثابت کر رہا ہے وہ کس قسم کی جدائی ہے - آیا نکاح سے جدائی ہے - یا خوش اخلاق اور اطاعت شعاری سے جدائی ہے - یا اس کی زبان درازی سے جدائی ہے - اسی قسم کے احتمالات "انت حرام" میں پیدا ہوں گے - لہٰذا جب تک کوئی قرینہ یا نیت کا وجود نہ ہو طلاق واقع نہ ہوگی - ہاں اگرچہ اس پر طلاق کا حمل کیا جائے گا - اس کا یہ مقصد نہیں کہ ان الفاظ سے بقیہ الفاظ طلاق کا حکم حاصل ہوگا کہ جیسے لفظ طلاق سے طلاق صریحی واقع ہوتی ہے اسی طرح ان سے بھی طلاق صریحی واقع ہوگی بلکہ ان سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے - سوائے ان کنایات کے کہ جن میں لفظ طلاق مقدر مانا جاتا ہے کہ بے شک ان میں طلاق صریحی واقع ہوگی -

اسی طرح جتنی حدود ہیں - مثلاً حد زنا ، حد قذف ، حد سرقہ وغیرہ ، ان میں بھی کنایات سے حد واقع نہ ہوگی - کیونکہ حدود شبہات سے رفع ہو جاتی ہیں اور کنایات میں شبہہ موجود ہے - کیونکہ معنی مراد میں خفا ہوتا ہے - اس لیے گونگے پر اشارے میں حد واقع نہ ہوگی - اسی طرح اگر ایک شخص دوسرے سے یہ کہے کہ تو نے زنا کیا اور وہ شخص جواب دے کہ تو نے سچ کہا تو چونکہ اس میں یہ ممکن ہے کہ اس نے کسی اور بات کی تصدیق کی ہو اس لیے اس پر حد جاری نہ کی جائے گی -

(م)

مامور :

وہ شخص جسے حکم دیا گیا ہو ، یعنی مکلف انسان ۔

مامور بہ :

وہ بات جس کا حکم دیا گیا ہو ، یعنی شریعت نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہو وہ مامور بہ کہلاتا ہے ۔

مامور بہ کی دو قسمیں ہیں :

(۱) مطلق عن الوقت ۔

(۲) مقید بالوقت ۔

مطلق عن الوقت کا مقصود یہ ہے کہ مامور کی ادائیگی کے لیے کوئی ایسا وقت مقرر نہیں جس کے فوت ہو جانے سے مامور بہ کو قضا کیا جائے ۔ بلکہ مامور بہ کو کرنے کا حکم ہوتا ہے اور اس میں کسی وقت کی پابندی نہیں ہوتی - جس وقت بھی مامور بہ ادا کیا جائے گا ادا ہوگا بشرطیکہ اسے اپنی حیات میں ادا کر دے ۔ مطلق عن الوقت کے اندر امر صرف طلب فعل کے لیے ہوتا ہے ۔ جمہور احناف کا مسلک یہی ہے اور یہی صحیح و مختار ہے ۔

شیخ ابو الحسن کرخی ، امام ابو یوسف اور بعض شوافع کے نزدیک اسے فی الفور ادا کرنا ضروری ہے ، یعنی اگر تاخیر کی تو گناہ لازم آئے گا ۔ لیکن ہمارے نزدیک گناہ بھی نہ ہوگا - یعنی نتیجۃً اختلاف صرف گناہ و عدم گناہ میں ہے ۔

اس لیے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے ایک ماہ کے اعتکاف کی نذر مانی تو جس مہینے میں بھی اعتکاف کرے گا نذر پوری

ہو جائے گی اور یہ ضروری نہیں ہوگا کہ نذر مانتے ہی اعتکاف کی ابتدا کی جائے ورنہ گنہگار ہوگا - اسی طرح زکوٰۃ ، صدقہ ، فطرہ اور عشر میں تاخیر سے گنہگار نہ ہوگا - اس لیے کہ یہ تمام اوامر مطلق عن الوقت ہیں - کیونکہ

وآتوا الزکوٰۃ (اور زکوٰۃ دو) -

میں ادائے زکوٰۃ کا کوئی وقت معین نہیں کیا گیا - اسی لیے اگر حولان حول کے بعد نصاب ہلاک ہو جائے اور زکوٰۃ ادا نہیں کی تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے - اگر یہ گنہگار ہوتا تو زکوٰۃ ہلاک نصاب کی بنا پر ساقط نہ ہونی چاہیے تھی -

مقیّد بالوقت یا موقت کی دو صورتیں ہیں :

اول یہ کہ وقت اس فعل کے لیے ظرف ہو - ظرف اصطلاح فقہاء میں ایسے وقت کو کہا جاتا ہے کہ اس میں مامور بہ کی ادائیگی کے بعد فاضل وقت بچتا ہے تو اسے ظرف کہتے ہیں اور اگر کوئی وقت نہیں بچتا تو اسے اصطلاح میں معیار سے تعبیر کیا جاتا ہے - جیسے اوقات نماز کہ یہ نماز کے لیے ظرف ہیں اس میں پورے وقت کا استیعاب ضروری نہیں -

اور چونکہ ظرف میں فاضل وقت بچتا ہے اس لیے اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں دوسری واجب شے بھی ادا کی جا سکتی ہے - اسی لیے اس میں دوسری شے کا وجوب بھی ہو سکتا ہے اور واجب کے علاوہ نفلی امور بھی انجام دیے جا سکتے ہیں - مثلاً اگر کسی شخص نے وقت ظہر کو نوافل کے ذریعے استیعاب کر لیا تو یہ حکم کے منافی نہ ہوگا -

لیکن ظرف میں شرط یہ ہے کہ ایسی نیت معینہ کرے کہ جس سے مامور بہ کی تعیین ہو جائے ، خواہ وہ تعیین نوعی ہو یا شخصی - اس طرح کہ اس نیت کے ساتھ دوسرے پر اطلاق نہ ہو سکتا ہو اور اس کا باعث یہ ہے کہ چونکہ ظرف میں غیر مامور بہ بھی ادا ہو سکتے ہیں تو دفع تزاحم کے لیے تعیین نیت کی

ضرورت ہوگی ۔ اگرچہ وقت تنگ ہو جائے اس لیے کہ مزاحمت تو اخیر وقت تک باقی رہتی ہے ۔ اس لیے کہ اخیر وقت میں غیر وقتی نماز ادا کر سکتا ہے اور یہ نماز پڑھنا جائز ہے ۔ اسی لیے تعیین نیت کی ضرورت پیش آتی ہے ۔

دوسری موقت کی قسم یہ ہے کہ وقت اس کے لیے معیار ہو ، یعنی وقت کا کوئی حصہ اس فعل سے خارج نہ ہو جیسے روزہ کہ اس کے لیے دن معیار ہے کہ اگر دن طویل ہوگا تو روزہ بھی طویل ہوگا اگر دن مختصر ہے تو روزہ بھی مختصر ہوگا ۔ یہ ممکن نہیں کہ روزہ دن مکمل ہونے سے قبل تمام ہو جائے ۔ اور اس قسم کا حکم یہ ہے کہ اس وقت معینہ میں دوسرا فعل بھی انجام نہیں دے سکتا ۔ مثلاً اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی منت مانے تو وہ رمضان میں روزے نہیں رکھ سکتا ۔ کیونکہ جب وہ مہینہ ایک امر کے لیے متعین ہے تو اس میں دوسرے کی گنجائش نہیں اور یہ انسان کے قبضہ قدرت سے خارج ہے ۔ کیونکہ شریعت کی معین کردہ شے کو مؤخر یا ملتوی کرکے اپنی متعین کردہ شے کو مقدم کرنے کا انسان کو حق نہیں پہنچتا ۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"اذا انسلخ شعبان فلا صوم الاعن رمضان"۔

(جب شعبان گزر گیا تو اب رمضان کے علاوہ کوئی روزہ نہیں)
مامور بہ کی بلحاظ حسن دو قسمیں ہیں :

(۱) حسن بنفسہ ۔

(۲) حسن لغیرہ ۔

حسن بنفسہ سے مراد یہ ہے کہ عقل انسانی اس کے اچھے ہونے پر دلالت کرتی ہو ۔ جیسے ایمان لانا ، انصاف ، احسان ، شکر منعم اور دیگر عبادات ۔ اس قسم کا حکم یہ ہے کہ یہ جب بندے پر واجب ہو جاتی ہے تو بغیر ادا کیے ساقط نہیں ہوتی ۔ مگر یہ اس

قسم میں ہوگا جس میں سقوط کا احتمال نہ ہو جیسے ایمان باللہ کہ اس کے سقوط کا احتمال نہیں ۔

دوسری قسم حسن لغیرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی شے اپنی ذات میں تو کوئی خوبی نہیں رکھتی لیکن دوسرے کے حسن کی بناء پر اس میں خوبی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ شے واسطہ محض ہے اور اس شے کے ادا کرنے سے مامور بہ ادا نہ ہوگا۔ مثلاً سعی الیٰ الجمعہ اور نماز کے لیے وضو کہ یہ امور جمعہ اور نماز کی بناء پر حسن ہیں ۔ مگر صرف ان کی ادائیگی سے مامور بہ ادا نہ ہوگا ۔

مانع : (Restriction)

مانع وہ امر شرعی ہے جس کا وجود شریعت کے حکم کے یا سبب کے مقصود کے منافی ہو ۔ مثلاً زکوٰۃ کا سبب نصاب کی موجودگی ہے لیکن اگر صاحب نصاب شخص مقروض ہو تو یہ مقروض ہونا زکوٰۃ کے وجوب کے سبب کے منافی ہوگا اور زکوٰۃ کے وجوب میں مانع بن جائے گا کیونکہ جہاں ایک جانب نصاب زکوٰۃ کی موجودگی صاحب نصاب کو غنی بتلا رہی ہے وہاں اس کا مقروض ہونا اس غنی کی نفی کر رہا ہے

مباح : (Permissible)

ایسا فعل جس کے کرنے یا نہ کرنے کا شارع نے اختیار دیا ہو۔ یعنی مکلف کو اختیار ہو کہ وہ اس فعل کو کرنا چاہے تو کر لے اور نہ کرنا چاہے تو نہ کرے ۔ شوکانیؒ نے مباح کی یہ تعریف کی ہے کہ ایسا فعل جس کا کرنا شریعت میں قابل ستائش نہ ہو اور نہ کرنا قابل مذمت نہ ہو ۔

اباحت مباح تین امور سے حاصل ہوتی ہے ۔ شرعی حکم میں گناہ نہ ہونے کی وضاحت کر دی گئی ہو ۔ حرمت کی کوئی تصریح (نص) موجود نہ ہو اور حلال ہونے کی تصریح موجود ہو ۔

متشابہ : (Obscure)

متشابہ وہ لفظ ہے جس کا صیغہ اپنی مراد پر دلالت نہ کرے ،

اسے بیان کرنے والے خارجی قرائن بھی موجود نہ ہوں اور شارع نے اس کے علم کو اپنے تک محدود رکھا ہو اور اس کی وضاحت نہ کی ہو -

قانونی نصوص میں کوئی لفظ متشابہ موجود نہیں ہے اور قرآن میں احکام پر مشتمل آیات اور احادیث احکام میں کوئی ایسا لفظ متشابہ موجود نہیں ہے جس کی مراد نامعلوم ہو ، متشابہ قانون کے ماسوا دیگر مقامات پر آتا ہے ، جیسا کہ حروف مقطعات ، جن سے بعض قرآنی سورتوں کی ابتدا ہوتی ہے ، متشابہات کی مثالیں ہیں -

جس معنی کے لیے کسی لفظ کو وضع کیا گیا ہو اس کے معنی کے لحاظ سے لفظ کی تین قسمیں ہیں :

(۱) مشترک -

(۲) عام -

(۳) خاص -

متعلقات نص : (Attachment of a text)

نص کے متعلقات ، اس سے مراد وہ امور ہیں جو یا تو نص کی صریحاً وضاحت کرتے ہیں یا صراحتاً وضاحت نہ کرتے ہوں یا نص کے مفہوم سے مطابقت رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں - ان امور سے یہ پتا چلتا ہے کہ نصوص سے معانی کا استنباط کیوں کر کیا جائے اور متکلم کے مفہوم کی وضاحت کس طرح کی جائے :

متعلقات نص کی چار اقسام ہیں :

عبارة النص -

اشارة النص -

دلالة النص -

اقتضاء النص -

متقابلات : (Mutaqabilat)

متقابلات سے مراد ظاہر[۱] و نص[۲] اور مفسر[۳] و محکم[۴] اور ان کے چاروں اضداد ، یعنی خفی[۵] و مشکل[۶] اور مجمل[۷] و متشابہ[۸] ہیں - انھیں متقابلات اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں - ظاہر خفی کی ضد - نص مشکل کی ضد، مفسر مجمل کی ضد اور محکم متشابہ کی ضد ہے - اسی طرح ظاہر و نص اور مفسر و محکم وغیرہ کی باہمی حیثیت کا تعین بھی متقابلات میں شمار ہوتا ہے -

مجتہد : (Jurist)

مجتہد وہ ہے جو اجتہاد کے ذریعے احکام شریعت کا استنباط کرے اور قرآن و سنت سے اخذ احکام کے لیے پوری سعی و کوشش کرے - مجتہد کے لیے بعض نا گزیر شرائط ہیں جو یہ ہیں :

۱ - چونکہ قرآن و سنت کے اصل مآخذ عربی میں ہیں ، اس لیے مجتہد کے لیے نا گزیر ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ عربی زبان میں مہارت رکھتا ہو بلکہ علوم عربیہ پر کامل دسترس ہو اور امام غزالی کے الفاظ میں مجتہد کے لیے اولین ضرورت یہ ہے کہ وہ عربی زبان کے فہم و شعور کی مجتہدانہ صلاحیت رکھتا ہو -

۲ - قرآن اور قرآنی علوم کا کمال ادراک رکھتا ہو -

(۳) سنت کا بخوبی علم رکھتا ہو -

(۴) جن امور پر فقہاے امت کا اتفاق ہے اور جہاں جہاں اختلاف ہے اس سے بخوبی واقف ہو -

۵ - قیاس اور اجتہاد کے طریقوں سے واقف ہو - "اسنوی" کہتے ہیں کہ مجتہد کے لیے لازمی ہے کہ وہ قیاس اور اس کی معتبر شرائط سے بخوبی آشنا ہو - کیونکہ قیاس ہی اجتہاد کی بنیاد اور تفصیلی احکام تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے -

۶ - مقاصد احکام سے واقف ہو ، یعنی اسے علم ہو کہ شریعت کے مقاصد کیا ہیں اور کن مصالح کے حصول کے لیے احکام شریعت جاری ہوئے ہیں -

۷ - ذہن رسا اور فطانت کا مالک ہو -
۸ - نیت درست اور اعتقاد صحیح ہو -

مجتہد کے تین مراتب ہیں :
(۱) مجتہد مستقل -
(۲) مجتہد منتسب -
(۳) مجتہد فی المذہب -

مجتہد فی المذہب : (Jurist having authority to expound law according to a particular school)

وہ فقہاء جو اصول اور فروع دونوں میں اپنے مسلک کی پیروی کرتے ہیں - ان کا فقہی عمل یہ ہے کہ احکام کی جو فقہی علتیں سابق ائمہ نے بیان کی ہیں وہ انہیں ان مسائل پر منطبق کرتے ہیں جو پہلے پیش نہیں آئے تھے -

مجتہد مستقل : (Independent jurist)

اجتہاد کی صلاحیتوں کا حامل ایسا مجتہد جو براہ راست قرآن و سنت سے استنباط کرکے احکام شریعت اخذ کرے اور بغیر کسی کی پیروی کیے دلائل کے تمام طریقے اختیار کرکے استخراج احکام کرے - یہ مجتہدین خود ہی اپنے اجتہاد کے مناہج وضع کرتے اور خود ہی ان کے تحت فروعی مسائل بیان کرتے ہیں - اس زمرے میں فقہائے صحابہ اور فقہائے تابعین مثلاً سعید بن المسیب اور ابراہیم نخعی اور ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہ ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ شامل ہیں - اسی طرح اوزاعی ، لیث بن سعد ، سفیان ثوری اور ابو ثور جیسے فقہاء بھی اس زمرے میں آتے ہیں - اگرچہ ان کی فقہ علیحدہ علیحدہ مدون اور مرتب نہیں ہوئی لیکن ان کے اقوال اولین کتب فقہ میں ملتے ہیں -

مجتهد منتسب : (Affiliated Jurist)

فقہاء کا وہ طبقہ جنھوں نے اصول میں اپنے امام کی رائے کو اختیار کرکے بعض فروعی مسائل میں ان سے اختلاف کیا ہو جیسے امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں امام زفر اور امام محمد ، امام شافعی کے مسلک میں قرافی اور امام مالک کے مسلک میں عبدالرحمٰن بن القاسم ابن وہب اور ابن عبدالحکم -

مجمل : (Vague, not clear)

مجمل وہ لفظ ہے کہ جس کا صیغہ اپنی مراد پر دلالت نہ کرے اور اس مراد کو بیان کرنے والے ایسے لفظی اور حالی قرائن بھی موجود نہ ہوں - اس قسم کے الفاظ میں وہ تمام الفاظ داخل ہیں جن کو شارع نے ان کے لغوی معنی سے ہٹا کر مخصوص شرعی اور اصطلاحی معنی دے دیے ہوں ، جیسے لفظ صلٰوۃ ، زکٰوۃ اور صیام اور وہ تمام الفاظ جن کے شارع نے لغوی معنی کے بجائے مخصوص شرعی معنی مراد لیے ہوں ، مگر نص شرعی میں اس قسم کا کوئی لفظ آ جائے تو وہ مجمل سمجھا جائے گا تا آنکہ شارع اس کی تشریح بیان کر دیں - اسی لیے سنت قولی اور سنت عملی نے صلٰوۃ کی تشریح کی ہے ، اس کے ارکان ، شروط اور کیفیات بیان کی ہیں - اور اسی طرح زکٰوۃ اور صیام جیسے الفاظ جو قرآن میں مجمل تھے ، سنت نے ان کی تشریح کر دی ہے -

مجمل وہ لفظ بھی ہے جس کی خود قرآن نے تشریح کی ہو، جیسے "القارعہ" اس فرمان الٰہی میں :

"القارعة ما القارعة و ما ادراک ما القارعة یوم یکون الناس کا لفراش المبثوث و تکون الجبال کا لعھن المنفوش" -

(القارعہ : ۱-۵)

(وہ کھڑ کھڑانے والی چیز ، کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی ، آپ کو خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی

چیز ، جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے) ۔

غرض ہر وہ لفظ جس کے شارع نے کوئی ایسے خاص معنی مراد لیے ہوں جو نہ تو لفظ کے صیغے سے ظاہر ہوتے ہوں اور نہ خارجی قرائن اس معنی کو بیان کرتے ہوں ، وہ لفظ مجمل ہے اور اس کی تشریح کا طریقہ اور اس کے اجمال کے ختم کرنے کا ذریعہ خود ذات شارع ہے ۔ اگر شارع نے اسے بیان نہیں کیا تو اس کے بیان کا کوئی ذریعہ نہیں ہے ۔

اگر کسی مجمل کو شارع نے ناکافی تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی ضروری توضیح نہیں کی ہے تو وہ لفظ مجمل اس ناکافی بیان کی وجہ سے مجمل سے نکل کر مشکل میں داخل ہو جائے گا اور فقیہ کو یہ حق حاصل ہو جائے گا کہ وہ شارع کی جانب سے مزید تشریح و توضیح کے بغیر اپنے اجتہاد سے اس اشکال کو رفع کر دے ۔

محکم : (A word the meaning of which is unalterably fixed)

محکم وہ ہے جس کا لفظ اپنے معنی پر اس طرح واضح طور پر دلالت کرے جس میں کوئی تبدیلی یا تغیر نہ ہو سکے اور نہ اس میں تاویل کی گنجائش باقی رہے ، کیونکہ محکم سے جو حکم مستفاد ہوتا ہے وہ قواعد دین میں سے ہوتا ہے اور اساسی ہوتا ہے ، جیسے صرف اللہ سبحانہ کی عبادت اور کتابوں اور رسولوں پر ایمان ۔ یا یہ کہ محکم ان فضائل اخلاق پر مشتمل ہوتا ہے جو تبدیلی احوال سے نہیں بدلتے ، جیسے والدین کی تعظیم اور عدل و انصاف ۔ یا یہ کہ حکم ایسا جزئی اور فرعی حکم ہوتا ہے جس کو شارع نے ابدی و دائمی قرار دیا ہے جیسے پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے والوں کے بارے میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے :

"ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا ۔

(النور : ۴)

(اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو) -

محکم تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا ، اس لیے کہ وہ خود مفصل اور مؤثر ہوتا ہے اور اسے تاویل کی ضرورت باقی نہیں رہتی -

محکم پر عمل قطعی طور پر واجب ہے اور اسے اس کے ظاہری معنی سے نہیں ہٹایا جا سکتا -

محکوم بہ : (Objects of law, Acts)

جس بات کا حکم دیا جائے احکام شریعت میں سے ہر حکم محکوم بہ ہے -

محکوم علیہ : (Those to whom the law applies)

جس پر حکم عائد کیا جائے یعنی انسان مکلف -

مراتب اجماع : (Standards of consensus)

صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود البخاری الحنفی نے اپنی اصول فقہ کی کتاب میں جو "توضیح" کے نام سے مشہور ہے یہ فرمایا ہے کہ اجماع کے چند مراتب ہیں :

(۱) اجماع صحابہؓ -

(۲) صحابہؓ کے بعد کے لوگوں کا ان مسائل میں اجماع جن میں صحابہؓ کا اختلاف منقول نہ ہو -

(۳) ان مسائل میں اجماع جن میں صحابہؓ کا اختلاف منقول ہو ، تیسرے مرتبہ کا یہ اجماع ایسا ہے جس میں اختلاف ہے لہٰذا اس قسم کا اجماع کسی زمانے میں تبدیل ہو سکتا ہے -

کتاب " تلویح " میں مذکور ہے کہ فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی کی یہ رائے ہے کہ ایک اجماع خواہ وہ قطعی ہو ، دوسرے اجماع کی رو سے منسوخ ہو سکتا ہے یہاں تک کہ اگر صحابہؓ کسی فیصلے پر متفق ہوں اور پھر اس کے خلاف بھی

متفق ہو جائیں تو یہ بات جائز ہے - تلویح کے مصنف نے اس کے بعد یہ لکھا ہے - "جمہور علماء کے نزدیک یہ معاملہ تفصیل طلب ہے یعنی اگر اجماع قطعی اور متفقہ ہو تو وہ تبدیل نہیں ہو سکتا - چنانچہ علمائے اصول کے اس قول کا مفہوم بھی یہی ہے کہ "اجماع نہ منسوخ ہوتا ہے اور نہ اس کے ذریعے کسی اور کو منسوخ کرایا جاسکتا ہے" مگر وہ اجماع جس میں اختلاف ہو تبدیل ہو سکتا ہے مثلاً دوسری صدی ہجری کے علماء کسی ایسے مسئلہ پر اجماع کریں جس میں صحابہؓ کا اختلاف منقول ہو ، اس کے بعد وہی لوگ یا ان کے زمانے کے بعد کے علماء پہلے کے برخلاف کسی بات پر متفق ہو جائیں تو یہ جائز ہے - کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس مسئلہ کی جو اجماع سے ثابت ہو مدت ختم ہو جائے اور اس کے بعد اللہ اجماع کی دوسری مجلس کو یہ توفیق دے کہ وہ اس کے برخلاف دوسرا اجماع منعقد کریں - بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہونے کے بعد کسی حکم کو منسوخ کرنا ممنوع ہے ، اگر یہ اصول صرف انھی مسائل تک محدود ہے جو وحی کے ذریعے ثابت ہوئے ہیں ، وہ مسائل جو اجماع سے ثابت ہوں ان پر یہ اصول حاوی نہیں ہے -

مسکوت منہ : (Not specified in law)

ایسا مسئلہ یا امر جس کا شارع نے کوئی حکم بیان نہ کیا ہو بلکہ سکوت اختیار کیا ہو -

دیکھیے : حکم مسکوت -

مشترک : (Concurrent)

لفظ مشترک وہ ہے جو دو یا زیادہ معانی کے لیے مختلف مواقع کے لیے وضع کیا گیا ہو اور جس معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو اس پر بطور بدل دلالت کرتا ہو ، یعنی کبھی اس معنی پر دلالت ہو اور کبھی دوسرے معنی پر جیسے لفظ (قرء) حیض پر اور زمانہ پاکی پر دلالت کرتا ہے اور (والسارق و السارقۃ فاقطعوا

ایدیہا) میں ایدی کا لفظ داہنے اور بائیں ہاتھ دونوں پر دلالت کرتا ہے اور انگلیوں کے پوروں سے لے کر پہنچوں تک بھی ہاتھ ہے اور شانوں تک بھی ہاتھ ہے -

اشتراک کبھی لغوی معنی میں اور شرعی اصطلاحی معنی میں ہوتا ہے اور کبھی یہ اشتراک متعدد لغوی معانی میں ہوتا ہے -

اگر اشتراک لغوی معنی اور شرعی اصطلاحی معنی میں ہو تو پھر ضروری ہے کہ اس لفظ کے اصطلاحی شرعی معنی مراد لیے جائیں جیسے طلاق کے معنی لغت میں کسی بھی قید کو کھول دینے کے ہیں ، جب کہ شریعت میں اس کے معنی بندش نکاح کو کھول دینے کے ہیں ، اس لیے جب ارشاد الٰہی (الطلاق مرتان) میں اس لفظ مشترک کے معنی معلوم کرنا چاہیں ، تو ہم اس کے اصطلاحی معنی ہی لیں گے -

اور اگر لفظ مشترک کا اشتراک دو یا زیادہ لغوی معنوں میں ہو تو کسی دلیل کی بناء پر اس کو ایک معنی پر حمل کرنا لازمی ہے ، کیونکہ عقلاً شارع نے ایک ہی معنی مراد لیے ہوں گے - فقیہ کا کام یہ ہے کہ وہ قرائن اور علامات سے ایک معنی متعین کر دے -

مشترک لفظی : (Common word)

ایسا لفظ جو دو معنی کے لیے وضع ہو اور کسی بھی معنی کو ترجیح حاصل نہ ہو - جیسے قرآن کریم میں وارد لفظ "قرء" کے دو معنی ہیں :

(۱) حیض -

(۲) طہر -

مشترک معنوی : (Collective word)

لفظ مفرد جو ایسے عام مفہوم کے لیے وضع ہوا ہو جو کئی افراد میں مشترک ہو -

مشکل : (Mushkil)

مشکل وہ لفظ ہے جو اپنے صیغے کے لحاظ سے اپنی مراد پر دلالت نہ کرے، البتہ کسی بیرونی قرینے سے اس کی مراد کا متعین کر دینا ممکن ہو ، اس کی مثال وہ لفظ مشترک ہے جو متعدد معانی کے لیے وضع کیا گیا ہو اور خود لفظ کے صیغے میں ایسی کوئی دلالت موجود نہ ہو جو شارع کے مقصود معنی بتلائے ، البتہ کوئی بیرونی قرینہ شارع کے مقصودی معنی متعین کر دے - جیسے لفظ (قرء) اس فرمان الٰہی میں :

"والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء -

(البقرہ : ۲۲۸)

(مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین میعادوں تک روکے رہیں) -

قرء کا لفظ حیض اور زمانہ پاکی دونوں کے لیے وضع کیا گیا ہے اور خود اس لفظ کے صیغے میں معنی مقصود پر دلالت کرنے والی کوئی بات موجود نہیں ہے -

کبھی مختلف نصوص کے موازنے سے بھی اشکال پیدا ہو جاتا ہے، وہ اس طرح کہ ہر نص جداگانہ طور پر اپنے معنی پر دلالت میں ظاہر ہو اور کوئی اشکال نہ ہو مگر ان نصوص کے ملانے اور جمع کرنے سے اشکال پیدا ہو جاتا ہو -

مشکل کے اشکال کو دور کرنے کا طریقہ اجتہاد ہے - اگر نص میں کوئی لفظ مشترک آ جائے تو فقیہ کو چاہیے کہ قرآن اور شرعی دلائل کی مدد سے لفظ کے اشکال کو دور کرکے اس کی مراد متعین کر دے اور اگر ایسی نصوص ہوں جن کے ظاہر میں تناقض و اختلاف ہو تو فقیہ کا کام ہے کہ صحیح تاویل کی مدد سے ان میں ہم آہنگی اور توافق پیدا کرکے ان کے ظاہری اختلاف کو دفع کر دے - مگر شرط یہ ہے کہ فقیہ تاویل میں دیگر نصوص ،

شریعت کے عام اصولوں اور حکمت قانون سازی کو مدنظر رکھے۔

مصادر شریعت : (Sources of Islamic law)

مصادر شریعت سے مراد وہ ذرائع اور مآخذ ہیں جن سے شریعت کے احکام اخذ کیے جاتے ہیں ۔ یہ مآخذ بنیادی طور پر چار ہیں :

(۱) قرآن ۔

(۲) سنت ۔

(۳) اجماع ۔

(۴) قیاس ۔

یہ مآخذ اصول شریعت بھی کہلاتے ہیں اور انھیں مصادر اصلی بھی کہا جاتا ہے جب کہ بعض مآخذ ذیلی ہیں ۔ جنھیں مصادر فرعی کہا جاتا ہے ، مثلاً استحسان ، استصلاح ، عرف و عادت وغیرہ شرائع اور تعامل اہل مدینہ ۔

مصالح : (Principles of public welfare)

مصلحت کی جمع :

"مصالح وہ ہیں جن کا تعلق حیات انسانی کے قیام اور اس کی تکمیل سے ہو اور جن کے ذریعہ انسان اپنے شہوانی و عقلی اوصاف کے فطری تقاضوں کو پورا کرے"۔

بنیادی حیثیت سے ان مصالح کی تین قسمیں ہیں :

(۱) مصالح ضروریہ ۔

(۲) مصالح حاجیہ ۔

(۳) مصالح تحسینیہ ۔

ان کے علاوہ کچھ ضرورتیں اور مصلحتیں ایسی بھی ہیں ، جو ان میں سے ہر ایک کی تکمیل کرنے والی ہیں ، اس طرح ان کی

چھ قسمیں بن جاتی ہیں :

(۴) مکملات ضروریہ -

(۵) مکملات حاجیہ -

(۶) مکملات تحسینیہ -

ان میں سے ہر ایک کی ترتیب اور تفصیل درج ذیل ہے :

۱ - مصالح ضروریہ وہ ہیں جو کلیات خمسہ (۱ - دین - ۲ - نفس - ۳ عقل - ۴ - نسل - ۵ - مال) کی حفاظت کے لیے مقرر ہیں - یہ کلیات ایسی ہیں جن پر انسان کا اپنی اصلی پوزیشن میں قیام و بقاء موقوف ہے اور پھر اس کے واسطہ سے صالح معاشرہ کے وجود کے لیے بھی وہ نا گزیر ہیں - یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کی شریعتوں نے ان کی حفاظت کی ہے اور ہر دور کے قانون نے ان کا احترام اپنا فرض منصبی سمجھا ہے -

(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر : ۲۲۴)

مصالح تحسینیہ : (Principles of public welfare covering the ethics of humanbeing)

مصالح تحسینیہ وہ ہیں جن پر نفس زندگی کا قیام و بقاء تو موقوف نہیں ہے ، لیکن انسانی شرافت کے بقاء کے لیے وہ نا گزیر ہیں - مثلاً اخلاق حسنہ کی تکمیل اور عمدہ عادتوں کا فروغ -

مصالح حاجیہ: (Principles of public welfare covering the necessities of humanbeing)

مصالح حاجیہ وہ ہیں جن پر کلیات خمسہ کا قیام و بقا تو موقوف نہیں ہے ، مگر ان کے ذریعہ زندگی خوشگوار بنتی ہے ، مضرت کا دفعیہ ہوتا ہے ، مشقتوں اور کلفتوں سے نجات ملتی ہے اور زندگی کی تمام ان پر خطر راہوں پر قابو حاصل ہوتا ہے جن پر قابو

پائے بغیر نہ حقیقی تمدنی زندگی حاصل ہوتی ہے اور نہ مدنیت صالحہ پیدا ہوتی ہے۔

ان مصالح کے حصول اور مضرت کے دفعیہ کے لیے بہت سے معاملات، مثلاً خرید و فروخت، شرکت بٹائی اور کرایہ وغیرہ کے احکام مقرر ہوئے ہیں اور پھر ان مصالح کو مکمل بنانے کے لیے مہر، طلاق، کفارہ وغیرہ سے متعلق احکام ہیں۔
(فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر : ۲۲۵)

مصالح مرسلہ : (General principles of public welfare)

مصالح مرسلہ وہ اصول ہیں جن کی تائید و تردید میں کوئی معین شرعی قاعدہ نہ ہو، ان کے ذریعے ان شرعی مقاصد کی حفاظت کی جاتی ہے جن کا علم کتاب و سنت یا اجماع سے حاصل ہوتا ہے مگر یہ کسی مقررہ اصول پر مبنی نہیں ہوتے ہیں۔ ان کا پتا قرائن، حالات اور دیگر علامات سے چلتا ہے۔ اس لیے ان مصالح کو مرسلہ کہتے ہیں کیونکہ ان سے متعلقہ احکام کسی معین دلیل کی پابندی سے آزاد ہوتے ہیں اور نص شرعی، قیاس یا اجماع کے پابند نہیں ہوتے ہیں، بلکہ ان کے ذریعے کسی بڑی مصلحت کی تکمیل ہوتی ہے یا بہت بڑے فتنہ و فساد یا شدید ضرر و نقصان کا ازالہ کیا جاتا ہے، یا شریعت کے اغراض و مقاصد، مصالح عامہ، انصاف اور ان بنیادی اصول کی تکمیل پیش نظر ہوتی ہے جن کی وجہ سے شریعت کا وجود عمل میں لایا گیا ہے۔

امام غزالی ان کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں :

"مصالح مرسلہ وہ ہیں جن کی بنیاد عقل کے مطابق مناسب حکم پر ہو اور ان کے ثبوت کے لیے کوئی متفقہ اصول نہ ہو"۔

خوارزمی فرماتے ہیں :

"ان کا مقصد یہ ہے کہ عوام کی خرابیوں کو دور کرکے شرعی مقاصد کی حفاظت کی جائے"۔

مصالح مرسلہ کو قابل عمل اور حجت تسلیم کرنے اور اسے شرعی اصول تسلیم کرنے میں علماء کا اختلاف ہے - اس بارے میں یہ مختلف اقوال منقول ہیں :

(۱) جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ شرعی حجت نہیں ہے اور تمام حالات میں اس کی پابندی نہیں کی جا سکتی -

(۲) بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ اگر یہ کسی شرعی اصول کے موافق ہوں تو اس صورت میں ان پر شرعی احکام کی بنیاد قائم کی جاسکتی ہے اور اگر یہ کسی شرعی اصول کے موافق نہ ہوں تو ان سے استنباط احکام کرنا جائز نہیں ہے - یہ قول امام الحرمین نے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے اکثر ساتھیوں کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ مصالح مرسلہ کو اسی صورت میں جائز قرار دیتے ہیں جب وہ شرعی اصولوں کی موافقت کر سکیں -

(۳) امام غزالی اور ان کے ساتھیوں کی یہ رائے ہے کہ مصالح مرسلہ اس وقت شرعی حجت بن سکتے ہیں جب ان میں یہ تین اوصاف موجود ہوں ، یعنی وہ اوصاف ضروری، قطعی اور کلی ہوں - اگر ان میں سے کوئی وصف موجود نہیں ہوگا تو قابل اعتبار نہیں سمجھے جائیں گے - اوصاف ضروریہ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کا تعلق ان پانچ ضروری بنیادوں سے ہو جن پر شرعی احکام کا دارومدار ہے - یعنی

(۱) مذہب -

(۲) جان -

(۳) مال -

(۴) نسل -

(۵) عقل -

لہذا اگر ہم شریعت کے احکام و مسائل پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ انھی پانچ چیزوں پر شرعی احکام مبنی ہوتے ہیں ۔

(فقہ الاسلام : ۲۸۳ - ۲۸۵)

مصلحت : (Public welfare)

مصلحت ازروئے لغت ایسے فعل کا نام ہے جس میں صلاح یعنی نفع ہو ۔ جب کہ ازروئے اصطلاح امام غزالیؒ نے مصلحت کی یہ تعریف کی ہے کہ مصلحت سے مقصود شریعت کے مقصود کی حفاظت ہے اور بلحاظ انسان مقاصد شریعت پانچ ہیں :

(۱) تحفظ دین ۔

(۲) تحفظ جان ۔

(۳) تحفظ نسل ۔

(۴) تحفظ عقل ۔

(۵) تحفظ مال ۔

جو امر ان پانچ اصول پر مشتمل ہو وہ مصلحت ہوگا اور جو امر ان پانچ اصولوں پر مشتمل نہ ہو وہ مفسدہ کہلائے گا ۔

مصلحت معتبرہ : (Principles of public welfare acknowledged in Shariah)

مصلحت معتبرہ وہ حقیقی مصلحت ہے جو اسلامی احکام کی اساس اور جو اسلامی شریعت کی نصوص کا مقصود ہے ۔ اس حقیقی مصلحت کا منشا پانچ امور کا تحفظ ہے :

(۱) دین ۔

(۲) نفس ۔

(۳) مال ۔

(۴) عقل ۔

(۵) نسل ۔

دینی عقائد اختیار کرنا صرف انسان کی خصوصیت ہے ۔ دینی عقائد کے اختیار کرنے اور دین پر عمل پیرا ہونے سے انسان کے انسانی خصائص ابھرتے نکھرتے اور سنورتے ہیں اس لیے اسلام نے دین کے تحفظ کو مصلحت قرار دیا اور دین میں آزمائش اور فتنہ کو قتل سے بڑھ کر قرار دیا ۔

نفس کی حفاظت کی اہمیت اس قدر بیان کی کہ ایک جان کی ہلاکت کو پوری انسانیت کی ہلاکت قرار دیا اور انسانی وجود پر ہر زیادتی اور ہر اعتداء کو ممنوع قرار دیا اور انسان کو حریت رائے و فکر حریت قیام و نقل اور حریت عمل عطا کی ۔

عقل کی حفاظت کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ معاشرے میں ہر ایسی زیادتی اور اعتداء کو ممنوع قرار دیا جس سے انسانی عقل مجروح اور متاثر ہوتی ہو اسی لیے مے نوشی کی سزا مقرر کی گئی اور تمام نشہ آور اشیا کو حرام قرار دیا ۔

نسل کی حفاظت کے لیے خاندانی نظام کی اہمیت اجا گر کی۔ عائلی قوانین نہایت باریکی اور جز رسی سے ترتیب دیے اور خاندان کے نشو و ارتقاء ، ازدواجی تعلق اور تربیت اولاد کے سلسلے میں بے نظیر اخلاق تعلیمات عطا فرمائیں ۔

تحفظ مال کے سلسلے میں چوری کو قابل سزا جرم قرار دیا ۔ مال پر ہر طرح کی زیادتیوں کا سد باب کیا اور مالی معاملات میں ایسے تفصیلی قوانین وضع کیے جن سے ہر طرح کے غرر ، دھوکہ ، فریب اور نقصان کا مکمل سد باب ہو سکے ۔

مطلق : (Absolute)

مطلق وہ شے ہے جو اپنی ذات پر من حیث الذات دلالت کرتی ہو اور اس میں کسی وصف کمال و نقصان کا لحاظ نہ ہو ۔ یعنی

حقیقت کلی کے تمام افراد میں جو حصہ مشترک طریقے سے جاری و ساری ہے اس پر دلالت کرتا ہو اور اوصاف ملحوظ خاطر نہ ہوں۔

مقید ۔ اسے کہیں گے جو ذات مع الصفت پر دال ہو ۔

حنفی فقہاء کے نزدیک اگر کتاب اللہ کے اطلاق پر عمل ممکن ہے تو اسے خبر واحد اور قیاس سے مقید نہیں کر سکتے ۔ بلکہ اولاً کتاب اللہ اور خبر واحد و قیاس میں تطبیق کی سعی کی جائے گی ، بایں طور کہ کتاب اللہ کا اطلاق علیٰ حالہ باقی رہے ۔ اگر کسی صورت میں تطبیق ممکن نہ ہو تو خبر واحد اور قیاس کو ترک کر دیا جائے گا ، کیونکہ کتاب اللہ کا درجہ قطعی ہے اور خبر واحد و قیاس ظنی ہیں اور ظنی شے سے قطعی شے منسوخ نہیں ہو سکتی اور مطلق کا مقید کرنا ایک قسم کی تنسیخ ہے ۔ کیونکہ اطلاق خود ایک وصف ہے جو کلام میں مقصود بالذات ہوتا ہے اور جب کلام مقید کر دیا گیا تو گویا اس کے اطلاق کو منسوخ قرار دیا گیا ۔ گویا مطلق اپنے حکم میں بمنزلہ خاص اور قطعی ہے اور خبر واحد و قیاس سے اس کی تخصیص و تقیید ممکن نہیں ۔

لیکن امام شافعی کے نزدیک اطلاق کی تقیید و تخصیص جائز ہے ۔ کیونکہ اطلاق میں بیان کا احتمال باقی رہتا ہے اور خبر واحد اس کا بیان ہوگی ۔ اس باعث وہ بلاتکلف مطلق کی تقیید و تخصیص خبر واحد سے فرما لیتے ہیں ۔ بالفاظ دیگر خاص و عام کی طرح ان کے نزدیک مطلق بھی قطعی نہیں ۔

معلل بہ : (Based on extandible cause)

وہ امر جسے کسی حکم کی علت قرار دیا گیا ہو ۔

مفسدہ : (Mafsadah)

وہ امر جو ان پانچ اصولوں کے تحفظ پر مشتمل نہ ہو جن کا تحفظ شریعت کا مقصود ہے ۔ ان اصولوں کے لیے

دیکھیے : مصلحت ۔

مفسّر : (Unequivocal)

مفسر وہ ہے جس کا لفظ واضح طور پر کسی ایسے تشریحی معنی پر دلالت کرے کہ اس کے بعد تاویل کی گنجائش باقی نہ رہے ، جیسے پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے والوں کے بارے میں اللہ سبحانہ کا یہ فرمان :

”فا جلد وہم ثمانین جلدۃ “۔

(النور : ۴)

(تو انھیں اسّی کوڑے مارو)

نص اگر بذات خود مجمل ہو لیکن شارع اس کی تفصیل بیان کرکے اس کے اجمال کو دور کر دیں تو وہ نص بھی مفسر ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد :

”ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق“۔

(اسراء : ۳۲)

(اور جس شخص کی جان کو اللہ نے محفوظ قرار دیا ہے اسے قتل مت کرو ہاں مگر حق پر) ۔

اگرچہ نص مجمل ہے مگر نبی کریم ؐ نے یہ ارشاد فرما کر اس کی تشریح فرما دی کہ :

”مسلمان کا قتل تین وجوہات کی بناء پر ٹھیک ہو سکتا ہے ، شادی شدہ ہونے کی حالت میں زنا کرنا ، ایمان لانے کے بعد کفر کرنا اور کسی کو بلاوجہ قتل کر دینا“۔

مفسر پر اس کی تفصیل کے مطابق عمل لازم ہے ، اس میں نہ تاویل ہو سکتی ہے اور نہ اسے اس کے ظاہر ہونے سے ہٹایا جا سکتا ہے ۔ وہ تفسیر و تشریح جس سے تاویل کا احتمال باقی نہ رہے وہ تفسیر ہے جو خود لفظ نص سے ماخوذ ہو یا ایسے تشریحی بیان سے ماخوذ ہو جس کا منبع خود شارع کی ذات ہو ۔ اس کے

برعکس فقہاء اور مجتہدین کی تفسیر کو قانون کا درجہ حاصل نہیں ہوگا اور نہ اس سے تاویل کا احتمال ختم ہوگا۔

مفہوم شرط : (The meaning of an etipulation)

حکم شرعی کسی شرط پر معلق ہو یا شرط کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو کہ اگر وہ شرط موجود نہ ہو تو حکم کا اطلاق نہ ہو۔ اس کی مثال یہ فرمان الٰہی ہے :

"ان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن"۔

(اگر وہ حمل والی ہوں تو وضع حمل تک ان پر خرچ کرو)۔

اس نص سے معلوم ہوا کہ انفاق (خرچ کرنے) کا حکم ان عدت گزارنے والی عورتوں کے ساتھ مقید ہے جن کو طلاق دی گئی ہو اور وہ حاملہ ہوں۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر طلاق یافتہ عورت دوران عدت حاملہ نہ ہو تو شوہر پر اس کا نفقہ لازم نہیں ہے چونکہ حنفی فقہاء مفہوم مخالف کے قائل نہیں ہیں اس لیے ان کے نزدیک ہر طلاق یافتہ عورت کا دوران عدت نفقہ شوہر پر لازم ہے۔

مفہوم عدد : (The meaning of number)

اس حکم مقید کی نقیض کا ثابت ہونا جو عدد کی قید کے ساتھ مقید ہو جیسا کہ حد قذف میں اسّی (۸۰) کوڑوں کی قید بیان کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قذف کی حد نہ اسی کوڑوں سے کم ہے نہ زیادہ۔

مفہوم غایت : (Injunction denoting to its destination)

ایسا حکم شرعی جس کی غایت (انتہا) بیان کر دی گئی ہو اس کا غایت کے بعد کا حکم ثابت کرنا۔ مثلاً جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک وہ دوسرے شخص سے نکاح کر لے، یعنی جب وہ اس غایت تک پہنچ جائے گی تو پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔

شافعی ، مالکی اور حنبلی فقہاء اس مفہوم کے قائل ہیں - حنفی فقہاء اس کے قائل نہیں ہیں - ان کا کہنا ہے کہ اصل حلال ہونا ہے کیونکہ عورت عقد نکاح کی صلاحیت رکھتی ہے - درحقیقت حرمت کا وقت بیان کیا گیا ہے - جب حرمت کا یہ وقت ختم ہو جائے گا اور یہ غایت کی قید باقی نہیں رہے گی عورت پھر حلال ہو جائے گی۔ (اصول الفقہ : ۲۱)

مفہوم لقب : (Mafhoom Laqub)

حکم شرعی کسی جنس یا نوع کے ساتھ خاص ہو اور یہ حکم نص کے مقام پر ثابت ہو اس کے علاوہ ثابت نہ ہو - مثلاً فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ :

"جس کے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے مال موجود ہو اور وہ قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے تو ایسا کرنا ظلم ہے اور ایسا شخص قابل سزا ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص قرض کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو اس کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور اس کا یہ عمل قابل سزا ہے - لیکن اگر ادائیگی کی قدرت نہ ہو تو نہ ٹال مٹول ظلم ہے اور نہ قابل سزا ہے -

مفہوم وصف : (Mafhoom wasf)

نص کے الفاظ سے جو حکم ثابت ہو وہ کسی وصف کے ساتھ اس طرح مقید ہو کہ اگر وہ وصف موجود نہ ہو تو اس حکم کا اطلاق بھی باقی نہ رہے -

مقاصد احکام : (Purposes of Islamic law)

اسلامی شریعت تمام انسانیت کے لیے رحمت و ہدایت ہے اس لیے اس کے احکام انسانی زندگی کی اصلاح کے تین پہلوؤں کے حامل ہیں اور یہ پہلو اسلامی شریعت کے احکام کے مقاصد ہیں :

(۱) انسان کی بحیثیت فرد اصلاح اور اس کے کردار کی تعمیر اور سیرت کی تشکیل ، تاکہ معاشرے کا ہر فرد پورے معاشرے کے لیے ایک سرچشمہ خیر ہو اور کسی کے لیے برائی کا پہلو پیدا نہ ہو اور اجتماعی تعلقات اخلاق کریمانہ کی اساس پر استوار ہوں اور وہ اس طرح کہ لوگوں میں آپس میں حسد و نفرت نہ ہو بلکہ محبت و خیر خواہی ہو ، ظلم و بدی نہ ہو بلکہ مہربانی و شرافت ہو ، تعدی اور زیادتی نہ ہو بلکہ حسن سلوک و تعاون ہو ۔ انھی مقاصد کے حصول کے لیے شریعت کا نظام عبادات مقرر کیا گیا ہے ۔ چنانچہ نماز برائیوں اور فواحش سے روکتی ہے اور انفرادی اور اجتماعی تہذیب کی تعمیر کرتی ہے ۔ روزہ اور حج سے ملت کی اجتماعی زندگی کی تہذیب اور نشوونما ہوتی ہے اور زکوٰۃ ایک دقیق اور گہرا اجتماعی تعاون و کفالت کا نظام ہے جس سے معاشرے کے محروم طبقے اس قدر وسیع پیمانے پر مستفیض ہوتے ہیں کہ وہ انتہائی مختصر عرصے میں محرومین کے طبقے سے نکل کر مستمتعین کے طبقے میں داخل ہو جاتے ہیں ۔

(۲) اسلام انتہائی اعلیٰ سطح کا عدل اجتماعی قائم کرتا ہے جو نہ صرف عدل و قضا بلکہ زندگی کے ہر اجتماعی معاملے پر محیط ہوتا ہے ، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ”لوگوں سے اس طرح معاملہ کرو جس طرح کہ تم پسند کرو کہ تمھارے ساتھ معاملہ کیا جائے“۔ اسلام نے ایک ہمہ گیر اجتماعی نظام عدل قائم کرکے تمام انسانوں کو قانون کی نگاہ میں برابر، معاشی جدوجہد اور اس کے نتائج کے حصول میں مساوی اور معاشرتی حقوق میں یکساں قرار دیا ہے اور رنگ نسل اور زبان کے ہر فرق کو مٹا دیا ہے اور انسان کے انسان کے ساتھ معاملات کو محض تکریم انسانیت کی اساس پر استوار کیا ہے ۔

(۳) اسلام نے اپنے تمام احکام کے ذریعہ انسانیت کے لیے عمومی

مصلحت کے حصول کو ہدف بنایا ہے یعنی ہر حکم شریعت اس مقصود کے حصول کے لیے ہے کہ اس سے انسان کے جان ، مال ، عقل ، نسل اور دین کو تحفظ حاصل ہو۔

(اصول الفقہ : ۲۸۹)

مقاصد شریعت : (Aims of Shariah)

مقاصد شریعت سے مراد امور پنجگانہ کا تحفظ ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جلب منفعت (منفعت کا حصول) اور رفع مضرت (مضرت کو دور کرنا) مقاصد خلق ہیں اور مخلوق کی صلاح ان مقاصد کے حصول میں مضمر ہے۔ مگر مصلحت سے مراد مقاصد شریعت کا تحفظ ہے اور باعتبار مخلوق مقاصد شریعت پانچ ہیں :

(۱) تحفظ دین ۔

(۲) تحفظ عقل ۔

(۳) تحفظ نسل ۔

(۴) تحفظ نفس ۔

(۵) تحفظ مال ۔

جو امور ان پانچ اصول کا تحفظ کرنے والے ہوں وہ مصلحت ہیں اور جو ان کو نقصان پہنچانے والے ہوں وہ مفسدہ ہیں ۔

(المستصفی : ۱/۲۸۷)

مقید : (Stipulated)

وہ لفظ جس پر کوئی قید عائد کر دی گئی ہو ۔

مقیس : (Proposition solved by way of analogy)

وہ مسئلہ جسے کسی اور مسئلہ کے حکم پر قیاس کیا گیا ہو ۔

مقیس علیہ : (Injunction based for analogy)

وہ اصل حکم شریعت جس پر کسی اور حکم کو قیاس کیا گیا ہو ۔

مکروہ : (Condemned act)

مکروہ وہ فعل ہے جس سے شارع نے منع کیا ہو لیکن یہ ممانعت بطور لزوم نہ ہو۔

مکلف : (Responsible)

ذمہ دار ، جواب دہ ، الٰہی احکام کا مخاطب ، وہ شخص جسے احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونے کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہو - یعنی وہ شخص جو مسلمان ہو ، عاقل ہو اور بالغ ہو - اسلام اور عقل و بلوغ کے بغیر انسان مکلف نہیں کہلاتا - غیر مسلم اسلام کے تفصیلی احکام کا مخاطب نہیں ہے - بچہ اور مجنون مکلف نہیں ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تین افراد سے ذمہ داری کا قلم رفع کر لیا گیا ہے - بچہ سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے ، مجنون سے جب تک اسے افاقہ نہ ہو جائے، سوئے ہوئے شخص سے جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے -

مناسب مرسل : (Munasib Mursal)

اسے مصلحت مرسلہ بھی کہتے ہیں - اس سے مراد وہ وصف ہے جس کی بنیاد پر شارع علیہ السلام نے کوئی حکم مترتب نہ فرمایا ہو ، نہ اس پر کوئی دلیل شرعی قائم ہو اور نہ اس کے خلاف کوئی دلیل ہو ، لیکن مطلق مصالح کا تقاضا ہو کہ اس کی بنیاد پر تشریع کی جائے ، مثلاً صحابہ کرام رض کا زرعی زمینوں پر خراج لگانا ، سکوں کو رواج دینا ، قرآن کریم کی تدوین اور اس کی نشر و اشاعت کا انتظام کرنا اور ان جیسے دیگر اقدامات کرنا -

مناسب ملائم : (Munasib Mulaim)

وصف مناسب ملائم اس وصف کو کہتے ہیں جو اگرچہ بذات خود نص یا اجماع سے تو نہ ثابت ہو لیکن اس جنس کی علت سے اسی جنس کا حکم ثابت بالنص ہو - مثلاً نابالغ صغیرہ کے نکاح کی ولایت کہ اس کے والد کے لیے یہ حکم نہ تو نص سے ثابت ہے اور

نہ اجماع سے البتہ اسی جنس کی علت سے اسی جنس کا حکم نص سے ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ نابالغ صغیرہ کے مال کے لیے اس کے والد کی ولایت ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صغیرہ کے والد کو صغیرہ کے مال کا ولی بنایا ہے ۔ للہذا اس پر قیاس کرکے صغیرہ کی تزویج کا ولی بھی اس کے والد ہی کو بنایا جائے گا ۔

مناسب ملغی : (Munasib Mulgha)

ایسا وصف ہے جسے بظاہر مبنی بر مصلحت علت قرار دیا گیا حالانکہ وہ نص کے خلاف ہو ، ایسے وصف کا علت بنانا لغو قرار پائے گا ۔

مناسب مؤثر : (Munasib Muassir)

مناسب مؤثر علت بننے والا ایسا وصف ہے جس کا علت ہونا نص یا اجماع سے ثابت ہو ۔

دیکھیے : علت .

مندوب : (Commended act)

مندوب وہ فعل ہے جس کا شارع نے مطالبہ کیا ہو لیکن لازم نہ کیا ہو ، یا ایسا فعل جس کے کرنے پر ثواب ہو اور نہ کرنے پر کوئی عقاب نہ ہو ۔ مندوب کو نفل ، مستحب، سنت اور تطوع بھی کہا جاتا ہے ۔

منطوق بہ : (Declaration of law giver)

ایسا مسئلہ جس کا حکم شارع نے بیان کر دیا ہو ۔

دیکھیے : حکم منطوق ۔

منہی عنہ : (Prohibited)

وہ کام یا شے یا امر جس سے شریعت نے منع کر دیا ہو ۔ جس امر کی شریعت میں ممانعت وارد ہوئی ہو ۔ منہی کی جمع منہیات ہے ۔

(ن)

ناسخ و منسوخ : (Ammended)

ناسخ و منسوخ کا دوسرا نام بیان تبدیل ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ ناسخ و منسوخ کو بیان تبدیل میں داخل کیا جائے یا کہ نہیں - جمہور کے نزدیک یہ بیان میں داخل نہیں - اس لیے کہ نسخ میں حکم سابق کو ختم کیا جاتا ہے اور ظاہر امر یہ ہے کہ بیان وہ ہو سکتا ہے جو اظہار حکم کے لیے ہو نہ کہ رفع حکم کے لیے - لیکن امام فخر الاسلام اور ان کے متبعین کا خیال ہے کہ ناسخ بیان ہو سکتا ہے - کیونکہ ان کے نزدیک نسخ حکم سابق کو ختم کرنے کا نام نہیں بلکہ حکم سابق کی مدت کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ حکم کب تک جاری رہے گا - مثلاً شراب کا پینا ابتدائے اسلام میں جائز تھا اور جب شراب حرام کی گئی اس سے اباحت خمر کی مدت معلوم ہو گئی جسے یہ نسخ ظاہر کر رہا ہے - لہذا جب اس میں اظہار کے معنی ملحوظ ہوئے تو یہ بیان ہوا -

(۲) نسخ کی دوسری قسم نسخ تجوز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ حکم ایک مدت تک باقی رہا اور اس کے بعد وہ حکم منسوخ ہو گیا ہو اور کتاب اللہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں -

مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی جانب منہ کرکے نماز پڑھتے رہے ، جس سے یہودیوں کو بہت خوشی ہوئی ، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جد یعنی ابراہیم علیہ السلام کے قبلے کو

پسند فرماتے اور نماز میں آسمان کی جانب بار بار نگاہ اٹھاکر دیکھتے کہ شاید تحویل قبلہ کا حکم صادر ہو ، حتیٰ کہ سترہ ماہ کے بعد یہ حکم نازل ہوا ۔

نسخ : (Ammendment)

کسی بعد کی دلیل کی بنا پر شارع کا پہلے حکم کو رفع کر لینا نسخ کہلاتا ہے ۔ نسخ میں پہلی نص اور دوسری نص کے درمیان زمانے میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے اور پہلی منسوخ اور دوسری ناسخ کہلاتی ہے ۔ امام شافعی پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی وقیع تصنیف "الرسالہ" میں نسخ پر کلام کیا ہے ۔ ان کے نزدیک "نسخ" بیان احکام کے زمرے میں آتا ہے اور اس کا تعلق نصوص کے "الغاء" سے نہیں ہے ۔ ابن حزم نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نسخ پہلے حکم کی انتہائے عمل کا بیان ہے اس لیے یہ بیان متأخر کی ایک قسم ہے اور اس اعتبار سے بیان کی دو قسمیں ہوں گی :

(۱) ایسا بیان جس میں مجمل کی تفصیل ہو یا عام کی تخصیص ہو ۔

(۲) اور ایسا بیان جس میں پہلی نص کے الغاء کے بغیر اس کا منتہا بیان کیا گیا ہو ۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ "نسخ" نص کے الفاظ اور اس کے عمومی مضمون پر اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ صرف اس حکم کے زمانے سے متعلق ہوتا ہے جو اس نص میں بیان ہوا ہے ۔ بالفاظ دیگر نسخ ایک طرح سے استثناء زمانی ہے کہ حکم کو ایک زمانے کے ساتھ خاص کرکے باق زمانوں کو مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے ۔
(الاحکام لا بن حزم : ۴/۶۷)

نسخ صریح : (Specific ammendment)

اگر منسوخ حکم کی خود شارع نے وضاحت کر دی ہو تو یہ نص صریح کہلاتا ہے ۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً

زیارت قبور کی ممانعت کی تھی اور بعد میں آپ نے اس وضاحت کے ساتھ اجازت دے دی کہ "میں نے تمھیں پہلے زیارت قبور سے منع کیا تھا مگر اب تم قبرستان جا سکتے ہو" اس حدیث میں زیارت قبور کی پہلی ممانعت کے منسوخ ہونے کا وضاحت سے ذکر کر دیا گیا ہے -

نسخ ضمنی : (Implied ammendment)

نسخ ضمنی یہ ہے کہ دو نصوص مختلف زمانوں میں وارد ہوئی ہوں اور دونوں اس طرح متعارض ہوں کہ ان میں تطبیق و توفیق ممکن نہ ہو اور دونوں کی تاریخ بھی معلوم ہو تو جو حکم بعد کا ہوگا وہ پہلی نص کے حکم کا ناسخ تصور ہوگا -

نص : (Text)

نص وہ ہے جس کا لفظ واضح طور پر اپنے اس معنی مقصود پر دلالت کرے جو معنی سیاق کلام سے اصالتہً ظاہر ہوتے ہوں - اگر لفظ کے معنی اس طور پر ظاہر ہوں اور سیاق کلام کا مقصود اصلی ہوں تو لفظ اپنے اس معنی پر نص ہوگا - جیسے اللہ سبحانہ کا ارشاد (واحل اللہ البیع و حرم الربٰو) اس معنی پر نص ہے کہ بیع اور ربا میں کوئی مماثلت نہیں ہے کیونکہ یہی لفظ کے ظاہری معنی ہیں اور یہی سیاق کلام کا مقصود اصلی ہے -

نص کا حکم وہی ہے جو ظاہر کا ہے اور نص میں بھی ظاہر کی طرح تاویل ہو سکتی ہے -

نطق : (Speech of law giver)

بولنا ، کلام کرنا - شارع کا کسی مسئلہ کا حکم بیان کرنا -

نہی : (Prohibition)

ممانعت ، کسی شے سے منع کرنا ، کسی فعل سے باز رہنے کا مطالبہ کرنا -

لغۃً نہی کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں اور اصطلاح فقہاء میں نہی اسے کہتے ہیں کہ بزرگی اور بڑائی کی بنا پر انسان سے ترک فعل اس حیثیت سے طلب کیا جائے کہ اسلوب کلمہ سے طلب ترک مفہوم ہوتا ہو ، خواہ واقعتاً وہ متکلم بڑا ہو یا نہ ہو -

نہی بھی امر کی طرح بہت سے معانی میں مستعمل ہے - مثلاً تحریم ، کراہت ، دعا ، ارشاد ، تحقیر ، بیان عاقبت ، یاس ، زجر و توبیخ اور مساوات اور اسی باعث اس میں اختلاف ہے کہ اس کے معنی حقیقی کیا ہیں - یعنی جب کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو کون سے معنی مراد ہوں گے - بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کے حقیقی معنی تحریم کے ہیں - بعض کے نزدیک کراہت ہیں اور بعض کے نزدیک یہ لفظ تحریم و کراہت میں مشترک ہے - پھر جو علماء اشتراک کے قائل ہیں ان میں سے بعض کے نزدیک اس میں اشتراک لفظی پایا جاتا ہے اور بعض کے نزدیک اس میں اشتراک معنوی ہے -

(و)

واجب : (Compulsory act)

جمہور فقہاء کے نزدیک واجب فرض کے مترادف ہے ۔

واجب وہ ہے جس کا شارع نے بصورت لزوم کرنے کا مطالبہ کیا ہو ، اس طرح کہ اس کا تارک گنہگار ہو ۔ بعض فقہائے اصول نے کہا ہے کہ واجب وہ ہے جس کے تارک کی مذمت کی گئی ہو ۔

حنفی فقہاء کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق ہے ۔ فرض کا منکر کافر ہے اور واجب کا منکر کافر نہیں ہے ۔ کیونکہ فرض کا اثبات ایسی قطعی دلیل سے ہوتا ہے جس میں کوئی شبہ نہ ہو اور واجب کا اثبات دلیل ظنی سے ہوتا ہے ۔

(اصول الفقہ)

واجب کی تقسیم کئی اعتبارات سے ہوتی ہے ۔ یعنی بلحاظ وقت ، بلحاظ اعتبار معین ، بلحاظ عموم طلب اور بلحاظ مقدار مطلوب ۔

واجب باعتبار کی دو قسمیں ہیں :

(۱) واجب مطلق عن الزمان ۔

(۲) واجب موقت (یا مقید بالزمان) ۔

اس دوسری قسم کی بھی دو قسمیں ہیں :

(۱) واجب موسع ۔

(۲) اور واجب مضیق ۔

تعین مطلوب کے اعتبار سے بھی واجب کی دو قسمیں ہیں :

(۱) واجب معین ۔

(۲) واجب مخیر ۔

تقدیر کے اعتبار سے بھی واجب کی دو قسمیں ہیں :

(۱) واجب محدود ۔

(۲) واجب غیر محدود ۔

اور جس پر واجب لازم ہوتا ہے اس کے اعتبار سے بھی واجب کی دو قسمیں ہیں :

(۱) واجب کفائی -

(۲) واجب عینی -

واجب عینی : (Personal obligation)

واجب عینی (یا فرض عین) وہ واجب ہے جو ہر مکلف پر مستقل اور علیحدہ لازم ہو اور اگر وہ اسے ترک کرے تو وہ گنہگار ہو جیسے ادائے زکوٰۃ -

واجب غیر محدود : (Obligatory act not fully defined)

ایسا واجب جس کی تمام تفصیلات محدود نہ ہوں جیسے نفقہ اقارب (قریبی رشتہ داروں کے مصارف) - عدالتی فیصلے سے قبل اس کی مقدار متعین نہیں ہے ، بلکہ مکلف اس میں اپنی اور اپنے رشتہ داروں کی ضروریات کے پیش نظر صرف کرے گا .

واجب کفائی : (Collective responsibility)

واجب کفائی وہ ہے جس میں حکم شریعت کی تکمیل جماعت سے من حیث الجماعت مطلوب ہو اور ہر شخص سے انفرادی طور پر مطلوب نہ ہو ، یعنی اگر جماعت میں سے بعض افراد انجام دے لیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے - جیسے جہاد فی سبیل اللہ اور نماز جنازہ -

واجب محدود : (Specified obligatory injunction)

ایسا واجب جس کی حدود مقرر ہوں - مثلاً ادائے زکوٰۃ کہ اس میں مال کی مقدار ، اس پر سال کا گزرنا اور اس میں لازم آنے والی مقدار زکوٰۃ مقرر ہے -

واجب مخیر : (Injunction giving option to do this act or the other)

واجب مخیر وہ ہے جس میں لازم ہونے والا امر ایک ہی نہ ہو بلکہ دو یا زیادہ امور ہوں اور ان میں اختیار حاصل ہو - مثلاً قسم کا کفارہ کہ اس میں اختیار ہے کہ دس مساکین کو کھانا

کھلائے یا تین روزے رکھے ۔

واجب مضیق : (Obligatory act within a specific time limit)

واجب مضیق یہ ہے کہ واجب کے لیے جو وقت مقرر کیا گیا ہو وہ صرف اسی کے لیے کافی ہو اور اس میں کوئی اور واجب ادا نہ کیا جا سکتا ہو جیسے رمضان کا روزہ ۔

واجب مطلق عن الزمان : (Obligatory act for which time limit is not specified)

ایسا واجب جس کی ادائیگی کے لیے کوئی وقت مقرر نہ ہو اور اگر مکلف اسے وقت استطاعت سے مؤخر کر دے تو اس کے بارے میں شرعی اعتبار سے یہ نہ کہا جا سکے کہ اس نے برا کیا ۔ مثلاً اگر رمضان کا روزہ قضا ہو جائے تو مکلف جب چاہے اس کی قضا کر سکتا ہے ۔

واجب معین : (Specified obligation)

واجب معین وہ ہے جس میں مطلوب ایک ہو ۔ مثلاً قرض کی ادائیگی ، عقد کو پورا کرنا اور ادائے زکوٰۃ ۔

واجب مقید بالزمان : (Act necessary to be done in some specified time)

ایسا واجب جس میں ایک متعین زمانہ اس کی ادائیگی کی علامت کے طور پر مقرر کیا گیا ہو ۔ جیسے اوقات نماز کہ ہر نماز کا وقت اس کے لیے ایک علامت ہے ، جب وقت داخل ہو جاتا ہے اس وقت کی نماز واجب ہو جاتی ہے ۔ جیسا کہ گذر چکا ہے واجب مقید بالزمان کی دو قسمیں ہیں :

(۱) واجب موسع ۔

(۲) واجب مضیق ۔

واجب موسع : (Wajib Muwassa)

واجب کے ایے مقررہ وقت میں اگر اس قدر گنجائش ہو کہ اس کے علاوہ واجب کو بھی انجام دیا جا سکے کہ ہر نماز کا وقت ۔

وضع : (Wada)

شارع کا مکلفین کے دو امور کے درمیان ربط پیدا کر دینا یا ایک امر کو دوسرے امر کی شرط قرار دے دینا ۔

وحی غیر متلو : (Revelation not recited)

وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ۔

وحی متلو : (Revelation recited)

وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے - یعنی قرآن کریم -

وصف ظاہر : (Obvious characteristic of a cause)

علت کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ علت وصف ظاہر ہو یعنی ظاہری حواس سے اس کا ادراک کیا جا سکے - مثلاً خمر کی علت اسکار (نشہ) ہے جو ظاہری حواس سے محسوس کیا جا سکتا ہے -

وصف معلل : (Wasf Muallal)

حکم کا وہ وصف جسے علت قرار دیا گیا ہو -

وصف مناسب : (Wasf Munasib)

وصف مناسب علت کی ایک شرط ہے اور وصف مناسب سے مراد یہ ہے کہ حکم کی علت اور حکم میں عقلی مناسبت پائی جائے -

وصف مناسب کی چار قسمیں ہیں :

مناسب ملائم ـ مناسب مرسل ـ مناسب مؤثر ـ مناسب ملغی -

دیکھیے : علت ۔

وصف منضبط : (Wasf Mundabit)

وصف منضبط علت کی ایک شرط ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو وصف علت بن رہا ہو وہ ایسی محدود اور متعین حقیقت ہو جو بالکل مساوات کے ساتھ جس طرح اصل میں موجود ہو اسی طرح فرع میں بھی پائی جائے ۔

دیکھیے : علت ۔

اشاریہ (اردو)

اشاریہ (انگریزی)

A

B

C

A common decree with some exceptions-99	عام مخصوص عند البعض
Common word-24	اشتراک لفظی ، مشترک لفظی
Compulsory act-157	واجب
Condemned act-151	مکروه
Condition -24, 87	اشتراط ، شرط
Concordance of causes-10	اتحاد سبب
Concordance of injunctions-10	اتحاد حکم
Concurrent-24, 136	اشتراک معنوی ، مشترک
Connotation-22	اشارة النص
Consensus-13	اجماع
Consensus accomplished by the companions of the Holy Prophet-14	اجماع صحابہ
Constituent factor-75	رکن
Context of speech-70	دلالة الكلام
Contradiction-45	تعارض
Contradiction of evidence-45	تعارض الادلة
Contrariety of similitudes-47	تعارض اشباه
Custom-102	عرف
Custom relating to actions-107	عرف عملی
Custom relating to words-107	عرف لفظی
Custom prevalent everywhere-105	عرف عام
Custom prevalent in a particular place-105	عرف خاص
The conveyance of meaning directly by the language of the text-100	عبارت النص

D

Declaration of law giver-152	منطوق بہ
To declare the distinguishing factor in analogy ineffective-30	الغاء الفارق

H

I

N

O

P

Revelation recited-160	وحی متلو
Revelation not recited-160	وحی غیر متلو

S

Sayings of the Holy Prophet-83	سنت قولی
Shafie principles of jurisprudence-27	اصول شافعیہ
Shara'i-85	شرائع
Similitudes-23	اشباہ
Solitary traditions-82	سنت احاد
Sources of Islamic law-139	مصادر شریعت
Specific amendment-154	نسخ صریح
Notspecified in law-136	مسکوت عنہ
Specified obligation-159	واجب معین
Specified obligatory injunctions-158	واجب محدود
Speech-123	کلام
Speech of law giver-155	نطق
Summerization-15	اجمال
Sunnah-78	سنت
Suspention-50	تعلیق
Standards of consensus-135	مراتب اجماع
Stipulated-150	مقید
Stipulation-53	تقیید
Strict law-108	عزیمت

T

Tahqueeq Manat-43	تحقیق مناط
Tahseen-o-Taqbeeh Aqli-41	تحسین و تقبیح عقلی
Takhreej Manat-43	تخریج مناط
Tanqeeh Manat-54	تنقیح مناط